ماہنامہ

خواتین

ربیع الآخر 1447ھ اکتوبر 2025ء

جلد: 04

شمارہ: 10

بڑی گیارھویں شریف مبارک ہو

ویب ایڈیشن

ڈوبنے اور چوری سے حفاظت کی دعا

بِسۡمِ اللہِ مَا شَآءَ اللہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ مَا شَآءَ اللہُ کُلُّ نِعۡمَۃٍ مِّنَ اللہِ مَا شَآءَ اللہُ اَلۡخَیۡرُ کُلُّہٗ بِیَدِ اللہِ مَا شَآءَ اللہُ لَا یَصۡرِفُ السُّوۡءَ اِلَّا اللہُ۔

جو یہ دعا صبح تین مرتبہ پڑھ لے جلنے،ڈوبنے اور چوری سے محفوظ رہے۔(احیاء العلوم،1/417)

قبولیتِ دعا کا عمل

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ

جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی مقصد کے لئے دعا مانگے تو اللہ پاک اسے قبول فرماتا ہے۔

(ترمذی،5/302،حدیث:3516)

بلاؤں سے حفاظت

یااللہ 100 بار سوتے وقت پڑھنے سے ان شاء اللہ الکریم شریر جنات کی شرارت اور فالج ولقوے کی آفت سے حفاظت ہو گی۔(30روحانی علاج، ص30)

پیٹ کی بیماریوں کے لئے

ربیع الغوث کی گیارھویں رات تین کھجوریں لے کر ایک بار سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحہ، ایک مرتبہ سُوۡرَۃُ الۡاِخۡلَاص، پھر گیارہ باریَا شَیۡخ عَبۡدَ الۡقَادِر جِیلانی شَیۡئًا لِلّٰہِ اَلۡمَدَد (اوّل آخر ایک بار درود شریف) پڑھ کر ایک کھجور پر دم کیجئے، اس کے بعد اسی طرح دوسری اور تیسری کھجور پر بھی پڑھ پڑھ کر دم کر دیجئے، یہ کھجوریں راتوں رات کھانا ضروری نہیں جو چاہے جب چاہے جس دن چاہے کھا سکتا ہے۔ ان شاء اللہ پیٹ کی ہر طرح کی بیماری (مثلاً: پیٹ کا درد، قبض، گیس، پیچش، قے، پیٹ کے السر وغیرہ) کے لئے مفید ہے۔

(جنات کا بادشاہ، ص20)

فہرست

سلسلہ	عنوان	مصنفہ	صفحہ
حمد و نعت	نعت و استغاثہ	شعبہ ماہنامہ خواتین	2
قرآن وحدیث			
تفسیرِ قرآنِ کریم	بخل	محترمہ ام حبیبہ عطاریہ مدنیہ	3
شرحِ حدیث	جنت و جہنم کتنی قریب ہے؟	محترمہ بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ	5
ایمانیات وعبادات			
عبادات	ربیع الآخر کی عبادات	محترمہ ام غزالی عطاریہ مدنیہ	7
فیضانِ سیرت			
اخلاقِ نبوی	حضور کی فاروقِ اعظم سے محبت	اختِ فیصل خان (فرسٹ پوزیشن) / بنتِ اسماعیل عطاریہ	9
ازواجِ انبیا	سیدہ ام سلمہ (قسط2)	شعبہ ماہنامہ خواتین	11
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	نماز ہو تو ایسی!	محترمہ ام سلمہ عطاریہ مدنیہ	15
فیضانِ بزرگانِ دین			
فیضانِ اعلیٰ حضرت	قصیدہ معراجیہ (قسط5)	محترمہ بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ	17
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	شعبہ ماہنامہ خواتین	19
	شرح شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ	محترمہ ام فیضان عطاریہ مدنیہ	21
اسلام اور خواتین			
	اپنا وقار بنائیے	ام میلاد عطاریہ	23
علم نور ہے			
حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں (قسط14)		محترمہ ام ہالہ (بنتِ افضل) عطاریہ مدنیہ	25
دار الافتاء اہلسنت			
شرعی رہنمائی		مفتی فضیل رضا عطاری	27
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل		مفتی فضیل رضا عطاری	29
رسم و رواج			
	میت کی رسومات (قسط4)	محترمہ بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ	30
اخلاقیات			
جنت میں لے جانے والے اعمال	یتیموں پر شفقت	ام انس عطاریہ	32
جہنم میں لے جانے والے اعمال	یتیموں سے بدسلوکی		34
فیضانِ دعوتِ اسلامی			
پیغامِ بنتِ عطار	(نیک عمل نمبر 34)	بنتِ عطار باجی	36
نئی لکھاری	افواہوں پر کان نہ دھریں	بنتِ مدثر (اول پوزیشن)	37
اسلامی فلکیات	علمِ توقیت اور اعلیٰ حضرت	محترمہ بنتِ عبد الحمید عطاریہ مدنیہ	39
فیضان آن لائن اکیڈمی کی جھلکیاں	طریقت کورس		40

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور
(صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931
پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی

نعت

ہمارے دل کے آئینہ میں ہے نقشہ محمد کا

ہمارے دل کے آئینہ میں ہے نقشہ محمد کا
ہماری آنکھ کی پُتلی میں ہے جلوہ محمد کا
غلامانِ محمد کے سروں سے بارِ عصیاں کو
اُڑا لے جائے گا اک آن میں جھونکا محمد کا
ندا ہوگی یہ محشر میں گنہگارو نہ گھبراؤ
وہ دیکھو ابرِ رحمت جھوم کر اُٹھا محمد کا
خدا کے سامنے پیشی ہوئی جس دَم تو کہہ دوں گا
بُرا ہوں یا بھلا لیکن ہوں میں بندہ محمد کا
الٰہی اس تنِ خاکی میں جب تک جان باقی ہے
رہے دل میں اَحد اور وردِ لَب کلِمہ محمد کا
نہیں موقوف کچھ اُن کی عطا اس ایک عالَم پر
ملے گا حشر میں بھی دیکھنا صدقہ محمد کا
جمیلِؔ قادری مشکل ہے مِدحت ختم کر اس پر
کہ حق کے بعد بَالا سب سے ہے رُتبہ محمد کا

از: مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ
قبالۂ بخشش، ص54

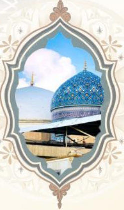

استغاثہ

ہاتھ پکڑا ہے تو تا حشر نبھانا یاغوث

ہاتھ پکڑا ہے تو تا حشر نبھانا یاغوث
اب کسی حال میں دامن نہ چھڑانا یاغوث
اپنے ہی کوچے میں سرشارِ تمنا رکھنا
اپنے محتاج کو در در نہ پھرانا یاغوث
تیرے نانا کی سخاوت کی قسم ہے تجھ کو
اپنے در سے ہمیں خالی نہ پھرانا یاغوث
آستیں اپنی بڑھانا مری پلکوں کی طرف
اپنے غم میں ہمیں جب جب بھی رلانا یاغوث
کبھی آنکھوں میں کبھی خانۂ دل میں رہنا
روح بن کر مری رگ رگ میں سمانا یاغوث
نسبتِ حلقہ بدوشی کا بھرم رکھ لینا
بَہرِ امداد مری قبر میں آنا یاغوث
کسی منجدھار سے ارشَدؔ کی صدا آتی ہے
میری کشتی کو تم ہی پار لگانا یاغوث

از: حضرت علامہ مولانا ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ
اظہارِ عقیدت، ص75

بخل

محترمہ اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ

اللہ پاک فرماتا ہے: وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْؕ-بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْؕ-سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ (پ4، اٰل عمرٰن:180) ترجمہ: اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

تفسیر

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ پاک کی راہ میں مال خرچ کرنے میں بخل کرنے والوں کے متعلق شدید وعید بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ جہاں شرعاً یا عرف وعادت کے اعتبار سے خرچ کرنا واجب ہو وہاں بھی خرچ نہیں کرتے یعنی زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ میں خرچ کرنا شرعاً واجب اور دوست احباب، عزیز رشتہ داروں پر خرچ کرنا عرف وعادت کے اعتبار سے واجب ہے[1] اور جو لوگ ان واجبات میں بھی اپنا مال خرچ نہیں کرتے، قرآن وحدیث میں ان کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔ بلکہ ایک روایت میں بخیلی کی ایسی عادت جو کسی کی آنکھوں میں آنسوؤں کا باعث بنے اسے انتہائی برا قرار دیا گیا ہے۔[2] نیز کئی روایات میں مالدار لوگوں کو یہ وعید سنائی گئی ہے کہ وہ بخل کرنے کی وجہ سے بلاحساب جہنم میں داخل ہوں گے۔[3]

آیتِ مبارکہ سے حاصل ہونے والے مدنی پھول

تفسیر روح البیان میں ہے: واجب کو ادا کرنے سے رک جانا بخل ہے۔ لہٰذا نفلی کام سے رک جانے کو بخل نہیں کہا جائے گا۔ اس کے بعد علامہ اسماعیل حقی رحمۃُ اللہِ علیہ نے واجبات کی یہ چند صورتیں بیان کی ہیں:

- اپنے اوپر خرچ کرنا۔
- اپنے ان رشتہ داروں پر خرچ کرنا جن کا ذمہ بندے پر واجب ہے۔
- دیگر بھوکے پیاسے لوگوں پر خرچ کرنا۔
- جہاد کے وقت کہ جب مال کے ذریعے قوت دینے کی ضرورت ہو۔[4]

بخل کے نقصانات

اللہ پاک کی راہ میں جو مال خرچ کیا جائے اس کی برکتیں دنیا و آخرت میں ظاہر ہوتی ہیں مگر بخیل انسان ان سے محروم رہتا ہے۔[5] کیونکہ شیطان مردود وسوسے ڈالتا ہے کہ خرچ کروگے تو ختم ہو جائے گا، لوگوں کو کھلاؤ گے تو خود کیا کھاؤ گے؟ اس طرح وسوسوں سے انسان کو بخل پر اکساتا ہے۔ الغرض بخل کی وجہ سے کئی طرح کے دینی نقصانات کا سامنا ہو سکتا ہے، لہٰذا ان کے متعلق جاننا انتہائی ضروری ہے۔

یہ نقصانات اگرچہ بہت زیادہ ہو سکتے ہیں، مگر اس حوالے سے تفسیر صراط الجنان میں جو چند نقصانات مذکور ہیں، انہیں ہی یہاں نقل کرنا کافی ہے:

- بخل کرنے والا کبھی کامل مومن نہیں بن سکتا بلکہ کبھی بخل ایمان سے بھی روک دیتا ہے اور انسان کو کفر کی طرف

لے جاتا ہے، جیسے قارون کو اس کے بخل نے کافر بنادیا۔

- بخل کرنے والا گویا کہ اس درخت کی شاخ پکڑ رہا ہے جو اسے جہنم کی آگ میں داخل کر کے ہی چھوڑے گی۔
- بخل کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔
- بخل کرنے والا مال خرچ کرنے کے ثواب سے محروم ہو جاتا اور نہ خرچ کرنے کے وبال میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
- بخل کرنے والا حرص جیسی خطرناک باطنی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے اور اس پر مال جمع کرنے کی دھن سوار ہو جاتی ہے اور اس کے لئے وہ جائز ناجائز تک کی پروا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔[6]

بخل کے دُنیوی نقصانات

بخل کی وجہ سے صرف دینی نقصانات کا ہی سامنا نہیں کرنا پڑتا، بلکہ یہ ذیل میں بیان کردہ چند دنیوی نقصانات کا بھی سبب بنتا ہے:

- بخل آدمی کی سب سے بدتر (بری) خامی ہے۔
- بخل ملامت اور رسوائی کا ذریعہ ہے۔
- بخل خونریزی اور فساد کی جڑ اور ہلاکت کا سبب ہے۔
- بخل ظلم کرنے پر ابھارتا ہے۔
- بخل کرنے سے رشتہ داریاں ٹوٹتی ہیں۔
- بخل کرنے کی وجہ سے آدمی مال کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔[7]

بخل کے اسباب اور ان کا علاج

پہلا سبب

بخل کا پہلا سبب تنگ دستی کا خوف ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھے کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے سے کمی نہیں آتی بلکہ اضافہ ہوتا ہے۔

دوسرا سبب

بخل کا دوسرا سبب مال سے محبت ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ قبر کی تنہائی کو یاد کرے کہ میرا یہ مال قبر میں میرے کسی کام نہ آئے گا بلکہ میرے مرنے کے بعد ورثا اسے بے دردی سے استعمال میں لائیں گے۔

تیسرا سبب

بخل کا تیسرا سبب نفسانی خواہشات کا غلبہ ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ نفسانی خواہشات کے نقصانات اور ان کے اُخروی انجام کا بار بار مطالعہ کرے، اس سلسلے میں امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کا رسالہ **گناہوں کا علاج** پڑھنا بے حد مفید ہے۔

چوتھا سبب

بخل کا چوتھا سبب بچوں کے روشن مستقبل کی خواہش ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ پاک پر بھروسا رکھنے میں اپنے یقین کو مزید پکا کرے کہ جس رب نے میرا مستقبل بہتر بنایا ہے وہی ربّ میرے بچوں کے مستقبل کو بھی بہتر بنانے پر قادر ہے۔

پانچواں سبب

بخل کا پانچواں سبب آخرت کے معاملے میں غفلت ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اس بات پر غور کیا جائے کہ مرنے کے بعد جو مال و دولت میں نے راہِ خدا میں خرچ کیا وہ مجھے فائدہ دے سکتا ہے۔ لہٰذا اس ختم ہونے والے مال سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا ہی عقل مندی ہے۔[8]

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں بخل جیسی بری عادت سے بچائے، اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرنے کی توفیق دے اور جہاں ضرورت ہو وہاں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) احیاء العلوم، 3/320 ملخصاً (2) ابو داود، 3/18، حدیث: 2511 (3) مسند فردوس، 2/329، حدیث: 3491 (4) تفسیر روح البیان، 2/133 (5) ضیائے صدقات، ص 100 ملخصاً (6) تفسیر صراط الجنان، 9/333 (7) تفسیر صراط الجنان، 9/333، 334 (8) باطنی بیماریوں کی معلومات، ص 131، 132

جنت و جہنم کتنی قریب ہے؟

محترمہ بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت تم میں سے کسی کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور اسی طرح جہنم بھی۔[1]

شرحِ حدیث

ذکر کی گئی حدیثِ پاک میں بندے سے جنت و دوزخ کے قریب ہونے کو جوتوں کے تسمے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ البتہ! یاد رہے کہ یہاں تسمے سے مراد جوتوں کے اگلے حصے میں بنی ہوئی وہ جگہ ہے جس میں انگلیاں داخل کی جاتی ہیں (جیساکہ فی زمانہ انگوٹھے والی چپلوں میں ہوتا ہے)۔[2] جس طرح یہ تسمہ بندے سے بہت قریب ہوتا ہے، اسی طرح جنت و دوزخ بھی بندے سے بہت قریب ہیں اور جس طرح اس تسمے میں انگوٹھا داخل کرنا انسان کے لئے بہت آسان ہے یونہی جنت و دوزخ میں داخلہ بھی بہت آسان ہے۔[3] جیساکہ امام شرفُ الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ طِیْبِی رحمۃ اللہ علیہ اسی روایت کی شرح میں فرماتے ہیں: ثواب و عذاب کا حاصل ہونا بندے کی اپنی کوشش سے ہوتا ہے اور کوشش قدموں کے ذریعے ہوتی ہے۔ لہٰذا جو کوئی نیک کام کرے گا وہ اللہ پاک کے وعدے کی وجہ سے جنت کا حق دار ہو گا اور جو برا عمل کرے گا تو اللہ پاک کی وعید کی وجہ سے جہنم کا حق دار ہو گا۔[4] ایک قول کے مطابق اس حدیثِ پاک کا معنی یہ ہے کہ ارادے کی درستی اور نیک اعمال کے ساتھ جنت کا حاصل ہونا نہایت آسان ہے، اسی طرح خواہشاتِ نفس کی پیروی اور برے اعمال کے ذریعے جہنم کا داخلہ بھی بہت آسان ہے۔[5] یعنی جس طرح جوتے کے تسمے میں پاؤں داخل کرنا آسان ہے، اسی طرح جنت و جہنم میں داخلہ بہت آسان ہے۔ کیونکہ بظاہر کوئی معمولی نظر آنے والی نیکی بھی جنت میں داخلے کا سبب بن سکتی ہے، یونہی بظاہر کوئی چھوٹا نظر آنے والا گناہ بھی اللہ پاک کی ناراضی اور جہنم میں داخلے کا سبب بن سکتا ہے۔ چنانچہ،

علامہ ابو الحسن ابنِ بطّال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیثِ پاک میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے کہ نیکیاں جنت تک لے جاتی ہیں اور نافرمانیاں دوزخ کے قریب کرتی ہیں اور یہ جنت و دوزخ سے قریب ہونا کبھی کسی چھوٹے عمل کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بعض اوقات انسان اللہ پاک کی رضا والا ایسا کلام کرتا ہے کہ جس کو وہ خود بھی کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اللہ پاک اس کلام کے سبب اس بندے کے حق میں قیامت تک اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور بعض اوقات انسان اللہ پاک کی ناراضی والا ایسا کلام کرتا ہے جس کی وہ کوئی پروا نہیں کرتا لیکن اللہ پاک اس بات کی وجہ سے قیامت تک اس بندے سے ناراض ہو جاتا ہے۔[6]

معلوم ہوا! اللہ پاک کی بارگاہ میں کسی بھی عمل کا چھوٹا یا بڑا ہونا نہیں دیکھا جاتا۔ اگر کوئی نیک کام اخلاص کے ساتھ کیا جائے تو چاہے وہ چھوٹا ہی ہو اللہ پاک کی بارگاہ میں مقبول ہوتا ہے اور گناہ اگرچہ چھوٹا ہو لیکن اگر اسے چھوٹا اور ہلکا سمجھ کر کیا جائے تو اللہ پاک کے غضب کا باعث ہو سکتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر چھوڑنا چاہیے نہ کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کرنا چاہیے۔ بلکہ جب بھی کسی نیکی کا موقع ملے فوراً کرلینی چاہیے، کیا معلوم وہی نیکی ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔ ویسے بھی جب تک سانس باقی ہے ہمارے پاس نیکیاں کمانے کے بہت سے ایسے ذرائع ہیں جن میں نہ تو زیادہ وقت لگتا ہے اور نہ ہی

محنت لیکن جب یہ سانسیں بند ہو گئیں تو پھر ایک بار اللہ کہنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ لہٰذا ہمیں اپنی ہر ہر سانس اور ہر ہر لمحے کو نیکیوں میں گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

چند آسان نیکیاں بہت سی ایسی نیکیاں ہیں جو بظاہر بہت چھوٹی اور آسان ہیں لیکن کثیر ثواب کا ذریعہ ہیں۔ ان میں سے کئی کام تو ایسے ہیں جن کے لئے الگ سے وقت نکالنے کی بھی حاجت نہیں بلکہ ہم اپنے روزمرہ کاموں کے ساتھ ساتھ بھی ان کو کر سکتی ہیں۔ بالخصوص خواتین گھریلو کام کاج کے ساتھ ساتھ بھی یہ نیک اعمال کر سکتی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

1 اچھی اچھی نیتیں کرنا جتنا ممکن ہو ہر نیک و جائز کام سے پہلے اچھی نیتیں کر لی جائیں، یوں جتنی نیتیں زیادہ ہوں گی اتنا ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ چنانچہ گھر کے کام کاج میں اچھی اچھی نیتیں کر کے اپنے لئے ثواب کا ذخیرہ جمع کر سکتی ہیں۔ مثلاً: صفائی کرتے وقت نیت کر لیں کہ **صفائی نصف ایمان ہے** اس نیت سے صفائی کروں گی، نیز گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا صحابیات و صالحات کا مبارک طریقہ ہے۔ لہٰذا ان کے طریقے پر عمل کروں گی وغیرہ۔

2 ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا روزمرہ کے ہر جائز کام کو بسم اللہ سے شروع کرنے کی عادت بنائیے، ان شاء اللہ ہزاروں نیکیاں حاصل ہوں گی۔

3 درودِ پاک پڑھنا چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، کام کاج کرتے ہر وقت درود شریف پڑھتے رہنے کی عادت بنائیے، ان شاء اللہ جہاں اس کی دیگر برکتیں ملیں گی وہیں رزق میں برکت بھی ہو گی، گھر امن و سکون کا گہوارہ بنے گا اور اللہ پاک کی خوب رحمتیں بھی نازل ہوں گی۔

4 ذکرِ الٰہی کرنا اس کے لئے بھی الگ سے وقت نکالنے کی حاجت نہیں۔ بلکہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے جب مناسب ہو ذکر اللہ کیا جا سکتا ہے۔ لمبے اذکار کی جگہ مختصر اذکار مثلاً: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ، سُبْحٰنَ اللہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اللہُ اکبر، بھی پڑھے جا سکتے ہیں کہ جس نے صبح و شام 100، 100 مرتبہ سُبْحٰنَ اللہ پڑھا تو وہ 100 حج کرنے والے کی طرح ہے۔[7]

5 باوضو رہنا ہر وقت باوضو رہنے کی عادت بنائیے۔ اس سے ثواب کے ساتھ ساتھ ہر کام میں برکت بھی ہو گی۔

7 اذان کا جواب دینا اذان کا جواب دینا بھی آسان ہے اور اس میں وقت بھی نہیں لگتا، جیسا کہ اس کی ترغیب دلاتے ہوئے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خواتین سے ارشاد فرمایا: اے عورتو! جب تم بلال کو اذان و اقامت کہتے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو کہ اللہ پاک تمہارے لئے ہر کلمہ کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں لکھے گا، تمہارے ہزار درجات بلند فرمائے گا اور تمہارے ہزار گناہ مٹائے گا۔[8]

8 سنتوں پر عمل ہمیں اپنی روزمرہ روٹین میں کئی کام سرانجام دینے ہوتے ہیں لیکن اگر ہم ان کاموں کو سنت کے مطابق کریں گی تو وہ کام بھی ہو جائیں گے اور سنت پر عمل کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا۔ مثلاً: کھانا کھائیں تو سنت کے مطابق، پانی پئیں تو سنت کے مطابق، سوئیں تو سنت کے مطابق یونہی ہر کام سنت کے مطابق کرنے کی عادت بنائیں۔

غور فرمائیے! اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ کپڑوں کی سیل لگی ہے، فلاں جگہ فلاں چیز بہت سستے داموں مل رہی ہے یا فلاں جگہ اس اس طرح کا سستا پیکج چل رہا ہے وغیرہ تو ہم کس طرح اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ حالانکہ اس میں صرف ہمارا دنیاوی فائدہ ہے۔ تو جب آخرت کے معاملے میں ہمیں اتنے آسان اعمال عطا کئے گئے ہیں کہ جن میں نہ تو زیادہ وقت لگتا ہے اور نہ ہی پیسہ خرچ ہوتا ہے تو ہم ان پہ عمل کیوں نہیں کرتیں!

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

---

1 بخاری، 4/243، 244، حدیث: 6488 2 دلیل الفالحین، 1/322، تحت الحدیث: 105 3 فیضانِ ریاض الصالحین، 2/227 4 شرح طیبی، 5/134، تحت الحدیث: 2368 5 فتح الباری، 12/274، تحت الحدیث: 6488 6 شرح بخاری لابن بطال، 10/198 7 ترمذی، 5/289، حدیث: 3482 8 تاریخِ ابن عساکر، 55/75

ربیعُ الآخر کی عبادات

محترمہ ام غزالی عطاریہ مدنیہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

اسلامی سال کا چوتھا مہینا ربیعُ الآخر ہے۔ جب قمری مہینوں کے نام رکھے گئے تب ربیع الآخر کا مہینا موسمِ بہار کے آخر میں پڑتا تھا، لہٰذا اسے ربیعُ الآخر نام دیا گیا۔[(1)]

ربیع الآخر میں روزے رکھنے کے فضائل

جس سے ہو سکے ربیعُ الآخر میں تین روزے رکھ لے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ہر مہینے کے ایامِ بیض کے نہ صرف روزے رکھنے کی ترغیب ارشاد فرمائی بلکہ اس پر اجر و ثواب کی خوشخبری بھی ذکر فرمائی جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم لَا يُفْطِرُ اَيَّامَ الْبِيْضِ فِيْ حَضَرٍ وَّلَا سَفَرٍ یعنی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ایامِ بیض کے روزے نہ چھوڑتے تھے چاہے گھر میں ہوتے یا سفر میں۔[(2)] چنانچہ حضور غوثِ اعظم سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ تصوف اور خدا کی پہچان میں یہ بلند مقام آپ کو کس چیز سے حاصل ہوا؟ آپ نے فرمایا: بھوک سے۔ پس روزے کی بھوک اور پیاس خدا تک پہنچاتی ہے۔ لہٰذا اس ماہ میں یہی (ایامِ بیض کے) روزے رکھو اور خدا کا قرب حاصل کرو۔[(3)] جبکہ حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو کوئی اس ماہ (ربیعُ الآخر) کی چھٹی، بارہویں، بیسویں اور چھبیسویں تاریخ کو روزہ رکھے تو اسے بے حد ثواب ملے گا۔[(4)]

ربیعُ الآخر کے نوافل

بعض اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ربیع الآخر میں کچھ نوافل ذکر فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس مہینے کی پہلی رات اور پہلے دن کو چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 9 بار پڑھے تو بہت ثواب ہے۔ اگر سورۂ اخلاص 25 مرتبہ پڑھے تو 80 نیکیاں حاصل ہوں گی اور 80 گناہ معاف ہوں گے۔[(5)]

☆ پہلی رات میں بعد نمازِ مغرب اور عشا سے پہلے 8 رکعت نماز چار سلام سے پڑھے اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کوثر تین بار پڑھے، دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون تین بار، پھر باقی تمام رکعات میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین تین بار ہر رکعت میں پڑھنی ہے ان شاءاللہ اس نماز کو پڑھنے والی کو بے شمار نمازوں کا ثواب عطا ہو گا۔[(6)]

☆ اس مہینے کی پہلی، پندرہویں اور انتیسویں تاریخوں میں جو کوئی چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ اخلاص 5، 5 مرتبہ پڑھے تو اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے چار حوریں پیدا ہوتی ہیں۔[(7)]

☆ ربیعُ الآخر کے مہینے کی تیسری رات کو چار رکعت نماز ادا کرے، قرآنِ حکیم میں سے جو کچھ یاد ہے پڑھے۔ سلام کے بعد یہ کہے: يَا بَدُوْحُ يَا بَدِيْعُ۔[(8)]

☆ اس ماہ کی پندرہ تاریخ کو چاشت کے بعد 14 رکعتیں دو، دو رکعات کر کے ادا کرے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ علق سات بار پڑھے۔ اس کے بعد 60 مرتبہ یہ کہے: يَا مَلِيْكُ تَمَلِكُ بِالْمَلَكُوْتِ فِيْ مَلَكُوْتِ يَا مَلِيْكُ۔[(9)]

☆ جو کوئی اس ماہِ مبارک کی پہلی اور پندرہ تاریخ کو چار رکعت نفل یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں (سورۂ فاتحہ کے بعد) پانچ مرتبہ

سورۂ اخلاص پڑھے تو اجرِ عظیم حاصل ہو گا اور ان شاء اللہ جنت میں داخل ہو گا۔[10]

گیارہویں کا مہینا ماہِ ربیعُ الآخر کو حضور غوثِ پاک شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے کیونکہ اس ماہ کی گیارہ تاریخ کو آپ کا وصال ہوا تھا۔[11] اس لئے عاشقانِ اولیا حضور غوثِ اعظم کے ایصالِ ثواب کے لئے نذر و نیاز کرتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس ماہ کو **گیارہویں شریف کا مہینا** بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس مہینے میں ہر مسلمان اپنے گھر میں حضور غوثِ پاک، سرکارِ بغداد رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کرے۔ سال بھر تک بہت برکت رہے گی۔ اگر ہر چاند کی گیارہویں شب کو یعنی دسویں اور گیارہویں تاریخ کی درمیانی رات کو مقرر پیسوں کی شیرینی مسلمان کی دکان سے خرید کر پابندی سے گیارہویں کی فاتحہ دیا کرے تو رزق میں بہت ہی برکت ہو گی اور ان شاء اللہ کبھی پریشان حال نہ ہو گا مگر شرط یہ ہے کہ کوئی تاریخ ناغہ نہ کرے اور جتنے پیسے مقرر کر دے اس میں کمی نہ ہو اتنے ہی پیسے مقرر کرے جتنے کی پابندی کر سکے۔ خود میں اس کا سختی سے پابند ہوں اور بِفَضْلِہٖ تعالیٰ اس کی خوبیاں بے شمار پاتا ہوں۔[12]

نسخۂ بغدادی ربیعُ الغوث کی گیارہویں شب (یعنی بڑی رات) سارا سال مصیبتوں سے حفاظت کی نیت سے سرکارِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ نام (اوّل آخر گیارہ بار درود شریف) پڑھ کر گیارہ کھجوروں پر دم کر کے اسی رات کھالیجئے، ان شاء اللہ سارا سال مصیبتوں سے حفاظت ہو گی۔ گیارہ نام یہ ہیں: (1) یَا شَیخ مُحیُ الدِّین (2) یَا سَیِّد مُحیُ الدِّین (3) یَا مَولَانَا مُحیُ الدِّین (4) یَا مَخدُوم مُحیُ الدِّین (5) یَا دَروَیش مُحیُ الدِّین (6) یَا خَواجَہ مُحیُ الدِّین (7) یَا سُلطَان مُحیُ الدِّین (8) یَا شَاہ مُحیُ الدِّین (9) یَا غَوث مُحیُ الدِّین (10) یَا قُطب مُحیُ الدِّین (11) یَا سَیِّدَ السَّادَات عَبدَ القَادِر مُحیُ الدِّین۔[13]

جیلانی نسخہ ربیع الآخر کی گیارہویں رات تین کھجوریں لے کر ایک بار سُوْرَۃُ الْفَاتِحہ، ایک مرتبہ سُوْرَۃُ الْاِخْلَاص، پھر گیارہ بار یَا شَیْخ عَبدَ القَادِر جِیلانی شَیئًا لِلّٰہِ اَلْمَدَد (اوّل آخر ایک بار درود) پڑھ کر ایک کھجور پر دم کیجئے، اس کے بعد اسی طرح دوسری اور تیسری کھجور پر بھی پڑھ پڑھ کر دم کر دیجئے، یہ کھجوریں راتوں رات کھانا ضروری نہیں جو چاہے جب چاہے جس دن چاہے کھا سکتا ہے۔ ان شاء اللہ پیٹ کی ہر طرح کی بیماری (مثلاً پیٹ کا درد، قبض، گیس، پیچش، قے، پیٹ کے السر وغیرہ) کیلئے مفید ہے۔[14]

صَلٰوۃُ الْاَسْرَار اس (قضائے حاجات) کے لئے ایک مجرَّب (یعنی آزمودہ) نماز صَلٰوۃُ الْاَسْرَار بھی ہے جس کو امام ابو الحسن نورُ الدِّین علی بن حَرِیر لَخمی شطنوفی بھجۃُ الْاَسْرَار میں اور مُلّا علی قاری و شیخ عبدُ الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم حضور سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ بعد نمازِ مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار قُل ھُوَ اللہ پڑھے سلام کے بعد اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کرے (مثلاً: حمد و ثنا کی نیت سے سورۃُ الفاتحہ پڑھ لے) پھر نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر گیارہ بار درود و سلام عرض کرے اور گیارہ بار یہ کہے: یَا رَسُوْلَ اللہِ یَا نَبِیَّ اللہِ اَغِثْنِیْ وَ امْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الْحَاجَات، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر یہ کہے: یَا غَوْثَ الثَّقَلَیْنِ وَ یَا کَرِیْمَ الطَّرَفَیْنِ اَغِثْنِیْ وَ امْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الْحَاجَات، پھر حضور (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے توسل سے اللہ عزوجل سے دعا کرے۔[15]

---

(1) غیاث اللغات، ص229 (2) نسائی، ص386، حدیث:2342 (3) رکنِ دین، حصہ: 3، ص242 ملخصاً (4) مرقع کلیمی، ص198 (5) مرقع کلیمی، ص198 ملخصاً (6) بارہ مہینوں کے فضائل، ص45 (7) فضائل الایام والشہور، ص375 (8) لطائف اشرفی، 2/231 (9) جواہر خمسہ، ص21 (10) جواہر خمسہ، ص21 (11) مراۃ الاسرار، ص571 ملخصاً (12) اسلامی زندگی، ص133 (13) جنات کا بادشاہ، ص18 (14) جنات کا بادشاہ، ص20 (15) بہار شریعت، 1/686، حصہ:4- بہجۃ الاسرار، ص197 ماخوذاً- نزہۃ الخاطر، ص67

حضور کی فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 39ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

اُختِ فیصل خان (فرسٹ پوزیشن)
(درجہ: ثانیہ، فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ)

صحابیِ رسول، سسرِ رسول، وزیرِ رسول، یارِ رسول اور یارِ مزارِ رسول، خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ۔ نام عمر بن خطاب، کنیت ابو حفص اور لقب فاروقِ اعظم ہے۔ آپ کو ابو حفص کنیت حضور نے دی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو فاروقِ اعظم بہت عزیز ہیں کہ حضور نے انہیں خدا سے مانگا۔ جیسا کہ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے فاروقِ اعظم کے لئے یوں دعا فرمائی: اے اللہ! خصوصاً عمر بن خطاب کے ساتھ اسلام کو عزت عطا فرما۔ (1)

رسول اللہ نے فاروق کو اللہ سے مانگا
عطاءِ ربِّ سبحاں حضرتِ فاروقِ اعظم ہیں (2)

حضور فاروقِ اعظم سے بہت محبت فرماتے تھے، ان کی محبت کا عالم یہ تھا کہ ایک موقع پر حضور نے فرمایا: جس نے عمر سے دشمنی رکھی، اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ (3) اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور فاروقِ اعظم سے کس قدر محبت فرماتے ہیں۔ اسی طرح ایک روایت میں حضور نے ارشاد فرمایا: عمر میرے ساتھ ہے، میں عمر کے ساتھ ہوں۔ میرے بعد عمر جہاں بھی ہوں حق ان کے ساتھ ہو گا۔ (4)

سبحان اللہ! میرے نبی کی اپنے اصحاب سے محبت کے اظہار کا کیا ہی خوبصورت انداز ہے! اسی طرح کئی احادیث میں حضور نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت کا اظہار فرمایا۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے یہاں تک کہ دنیا سے جانے کے بعد بھی حضور کے پہلو میں دفن ہونا نصیب ہوا۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے سیدھے ہاتھ مبارک میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا اور الٹے ہاتھ مبارک میں حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ہم قیامت کے دن یوں ہی اُٹھائے جائیں گے۔ (5)

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت کا بیان بہت لمبا ہے جو اس مختصر تحریر میں بیان نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حضرت فاروقِ اعظم سے محبت کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے مکتبۃ المدینہ کی کتاب **فیضانِ فاروقِ اعظم** کا مطالعہ کیجئے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں صحابہ و اہلِ بیت علیہم الرضوان کی محبت عطا فرمائے اور ہمارا حشر نیکوں کے ساتھ ہو۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

بنتِ اسماعیل عطاریہ
(شاہ لطیف ٹاؤن کراچی)

صحابہ کرام جیسے جگمگاتے ستاروں میں ایک روشن ستارے کا نام خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہے۔

آپ کا دل انوارِ الٰہی سے روشن تھا، شمعِ رسالت سے روشنی پانے کے بعد خود بھی روشنی و ہدایت کا سرچشمہ بن گئے تھے۔

مُرادِ رسول: آپ کو مرادِ رسول بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مراد ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کو اپنے رب سے مانگا۔ چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق یوں دعا فرمائی: اے اللہ! خصوصاً عمر بن خطاب سے اسلام کو عزت عطا فرما۔[6]

معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ وہ ہستی ہیں جن کے اسلام لانے کے لئے حضور نے اللہ پاک سے خصوصی دعا فرمائی اور حضرت عمر گویا مُرادِ رسول ہیں۔ بلکہ ایک مرتبہ تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے عمر سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔[7]

حضور کے فاروقِ اعظم سے محبت فرمانے پر کئی روایات شاہد ہیں، چند ملاحظہ فرمایئے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تین مرتبہ ان کے سینے پر اپنا مبارک ہاتھ مارا اور تینوں مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: اے اللہ! ان کے سینے میں جو دشمنی ہے اسے نکال دے اور اس کی جگہ ایمان بھر دے۔[8]

حضور ایک دن فاروقِ اعظم کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! تمہیں معلوم ہے میں کیوں مسکرایا؟ عرض کی: اللہ پاک اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اللہ پاک نے عرفات کی رات تمہاری طرف شفقت و رحمت کی نظر فرمائی اور تمہیں اسلام کی چابی قرار دیا۔[9]

فاروقِ اعظم کو بھائی فرمانا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ نے مجھے اجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: اے بھائی! مجھے اپنی دعا میں نہ بھولنا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور کے اس مبارک فرمان سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جاتی تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور نے یوں ارشاد فرمایا: اے بھائی! ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کرنا۔[10]

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے: میں تمہارا خادم ہوں۔ مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور کو بھائی کہے۔[11]

حضرت اَسود بن سَریع رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! میں نے کچھ کلمات سے اپنے رب کی حمد کی ہے اور آپ کی بھی تعریف کی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: بے شک تمہارا رب تعریف کو پسند فرماتا ہے، تم نے جن کلمات سے اپنے رب کی حمد کی ہے وہ مجھے سناؤ۔ میں وہ کلمات سنانے لگا تو اتنے میں کسی نے حاضری کی اجازت مانگی۔ حضور نے مجھے خاموش کروا دیا، وہ صاحب داخل ہوئے اور کچھ دیر بات کر کے چلے گئے۔ میں نے پھر سے حمد سنانی شروع کی تو وہ صاحب واپس آگئے، حضور نے مجھے پھر خاموش کرا دیا۔ میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! یہ کون ہیں جن کے لئے آپ نے مجھے خاموش کروا دیا؟ ارشاد فرمایا: یہ ایسا مرد ہے جو باطل کو پسند نہیں کرتا، یہ عمر بن خطاب ہے۔[12]

اللہ پاک حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

(1) ابنِ ماجہ، 1/77، حدیث:105 (2) دیوانِ سالک، ص73 (3) معجم اوسط، 5/102، حدیث:6726 (4) معجم اوسط، 2/92، حدیث:2629 (5) ترمذی، 5/378، حدیث: 3689 (6) ابنِ ماجہ، 1/77، حدیث:105 (7) الشفا، 2/54 (8) مستدرک، 4/37، حدیث:4548 (9) الریاض النضرۃ، 1/308 (10) ابو داود، 2/114، 115، حدیث: 1498 ملتقطاً (11) مراۃ المناجیح، 3/299 (12) مسند احمد، 24/357، 358، حدیث:15590

سیدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا (قسط 2)

ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی صبر و استقامت، جذبہ ایمانی، جوشِ اسلامی، علم و عمل، محنت و جفا کشی، عقل و فہم کا ایک ایسا شاہکار ہے جس کی مثال مشکل ہی سے مل سکے گی، ان کے کارناموں اور بہادری کی داستانوں کو تاریخِ اسلام کے اوراق میں پڑھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اے آسمان بول! اے زمین بتا! کیا تم نے حضرت اُمِّ سَلَمَہ رضی اللہ عنہا جیسی شیر دل اور پیکرِ ایمان عورت کو ان سے پہلے کبھی دیکھا تھا۔[1] حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ نکاح کے بعد گھر میں قدم رکھتے ہی آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھا اور سلیقہ شعاری و ہنر مندی کا ثبوت دیتے ہوئے انہیں نبھانے میں فوری مصروف ہو گئیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ جب آپ گھر میں داخل ہوئیں تو مٹی اور پتھر سے بنے چند برتن دکھائی دیئے۔ آپ نے برتنوں میں جھانکا تو ایک میں جَو اور دوسرے میں تھوڑا سا گھی تھا۔ آپ نے جَو لے کر پیسے، پھر انہیں گوندھا اور گھی لے کر سالن کے طور پر پکایا۔ شادی کی رات یہ پہلا کھانا آپ نے حضور کے ساتھ کھایا۔[2]

اعلیٰ اوصاف

- آپ کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔[3]
- آپ پردہ دار، پاک دامن، عورتوں میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والی، سب سے زیادہ حسن و جمال والی، نسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ شرف والی اور شرعی احکام و قوانین میں مہارت رکھنے والی تھیں۔[4]
- حضور کی مقدس بیویاں حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما آپ کے حسن و جمال کے گن گاتی تھیں۔[5]
- آپ کامل عقل اور درست رائے جیسی صفات سے آراستہ تھیں۔ حضور کو حدیبیہ کے دن دیا گیا ان کا مشورہ ان کی کامل عقل اور درست رائے کی دلیل ہے۔[6] کیونکہ حضور نے صلحِ حدیبیہ کے موقع پر آپ سے مشورہ کر کے آپ کی رائے کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔[7] شارحِ بخاری حضرت علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں مشورہ کرنے کی فضیلت، صاحبِ فضل و کمال عورت سے مشورہ کرنے کا جواز، اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور آپ کی سمجھ داری و ذہانت کا بیان ہے، یہاں تک کہ امام الحَرَمین امام ابو المَعالی عبدُ الملک بن عبدُ اللہ جُوَینی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں فرمایا: حضرت اُمِّ سَلَمَہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ ہم کسی ایسی خاتون کے بارے میں نہیں جانتے جس کی رائے درست ثابت ہوئی ہو۔[8]
- آپ نے حبشہ میں قیام کے دوران شاہِ حبشہ کی قبر پر نور دیکھا۔[9]
- حضور نمازِ عصر کے بعد اپنی مقدس بیویوں کے پاس باری باری تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے آپ کے پاس تشریف لاتے کیونکہ آپ عمر میں ان سے بڑی تھیں۔[10]
- حضور نے آپ کو بیماری کے سبب سواری پر سوار ہو کر طواف کی اجازت عطا فرمائی۔[11]
- آپ کی سخاوت کا یہ عالَم تھا کہ ایک بار چند مسکینوں نے

صدا لگائی تو آپ نے لونڈی سے فرمایا: ہر ایک کو کچھ دو، کچھ نہ ہو تو ایک ایک کھجور ہی انہیں دے دینا۔[12]

- آپ کے پاس حضور کے موئے مبارک تھے، جب کسی انسان کو نظرِ بد لگ جاتی یا کوئی اور بیماری آجاتی تو آپ ان موئے مبارک سے علاج فرماتیں۔[13]
- آپ نے فرشتوں کے سردار حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کی صحابیِ رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں زیارت کرنے کا شرف پایا۔[14]
- حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کی قبولیت سحری کے وقت نازل ہوئی اور اس وقت حضور بی بی اُمِّ سلمہ کے حجرے میں تھے۔[15]
- کئی جنگوں اور غزوات میں آپ کو حضور کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ
  - غزوۂ مریسیع یعنی غزوۂ بنی مصطلق میں اُمُّ المومنین حضرت عائشہ اور اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہما بھی حضور کے ساتھ شریک تھیں۔[16]
  - حضور ایک بار یہودیوں کی مدینے پر چڑھائی کو روکنے کے لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا لشکر لے کر خیبر روانہ ہوئے تو آپ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔[17]
  - حضور نے غزوہ طائف میں حضرت اُمِّ سَلَمہ اور حضرت زینب کے لئے دو خیمے گاڑے تھے اور جب تک طائف کا محاصرہ رہا آپ ان دونوں خیموں کے درمیان میں نمازیں پڑھتے رہے۔ جب قبیلۂ ثقیف کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان لوگوں نے اسی جگہ پر مسجد بنالی۔[18]
- ایک بار جب آپ نے اس بات کی خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر ہم بھی مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح جان فدا کرنے کا ثوابِ عظیم پاتے۔[19] اس پر یہ آیت مبارکہ: وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْاؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَؕ (پ5، النسآء: 32) (ترجمہ: اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے، اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے) نازل ہوئی اور انہیں تسلی دی گئی کہ مرد جہاد سے ثواب حاصل کر سکتے ہیں تو عورتیں شوہروں کی فرمانبرداری اور پاک دامنی سے ثواب حاصل کر سکتی ہیں۔[20]
- حضور نے ان کے سنوارے جانے کو جنت کے سنوارے جانے سے تشبیہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ان (شہدا سے افضل مجاہدین) کے لئے جنت یوں سنواری جاتی ہے جیسے اُمِّ سَلَمہ کو نبی کے لئے سنوارا گیا۔[21]
- آپ کی شفقتیں اور مہربانیاں صرف اپنی اولاد تک محدود نہ تھیں بلکہ اپنی خدمت گزار خواتین کی اولاد پر شفقت کرنے کے معاملے میں بھی آپ کا کردار لائقِ تقلید تھا۔ جس کی واضح مثال یہ ہے کہ جب امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی والِدہ جو کہ آپ کی کنیز تھیں کسی کام میں مصروف ہوتیں اور آپ رونے لگتے تو اُمُّ المومنین انہیں چپ کرانے کیلئے اپنا دودھ پلا دیا کرتیں تھیں۔[22]
- حضور کے وصال کے وقت آپ کا ہاتھ حضور کے سینہ اقدس پر تھا جس کی برکت سے کئی دنوں تک آپ کے اس ہاتھ سے کستوری کی خوشبو آتی رہی۔[23]
- آپ کو قرآن سمجھنے کا اس قدر شوق تھا کہ آپ حضور سے مختلف آیات کی تفاسیر پوچھتی تھیں۔[24] آپ ایک بہترین قاریہ بھی تھیں، چنانچہ جب آپ سے حضور کی قراءتِ قرآن کے متعلق پوچھا گیا تو آپ حضور کی قراءت اس طرح بتانے لگیں کہ ایک ایک حرف الگ الگ۔[25] یعنی حضرت اُمِّ سَلَمہ (رضی اللہ عنہا) نے خود قراءت کر کے سنائی تو اس قراءت شریف میں دو خوبیاں تھیں ایک تو نہایت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تھی، دوسرے ہر حرف اپنے مخرج سے صحیح ادا ہوتا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ

بڑی قاریہ تھیں، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قراءت کی نقل نہ کر سکتیں۔[26]

✍ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آپ کو کربلا کی سرخ مٹی عطا فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ جب یہ خون ہو جائے تو جان لینا کہ حسین شہید ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ دی اور کہا کرتیں کہ جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی کیسی سختی کا دن ہو گا۔[27]

✍ آپ انتہائی درد دل رکھنے والی خاتون تھیں جو لوگوں کے جرم و قصور معاف کروانے اور ان کی جائز سفارش کرنے کے معاملے میں سرگرم رہا کرتی تھیں، چنانچہ حضور کے چچا حارث بن عبد المطلب کے بیٹے ابو سفیان اور حضور کے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن ابی اُمیہ جو بی بی اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بھائی بھی تھے، نے اگرچہ حضور کو بہت زیادہ تکلیفیں پہنچائی تھیں اور حضور بھی ان دونوں سے انتہائی ناراض و بیزار تھے، مگر حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کا قصور معاف کرنے کے لئے بہت ہی پرزور سفارش کی تو حضور نے انہیں معافی سے ہی نہیں نوازا بلکہ ابو سفیان بن حارث کے متعلق فرمایا: مجھے امید ہے کہ ابو سفیان بن حارث میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قائم مقام ثابت ہوں گے۔[28]

✍ آیت تطہیر آپ کے مقدس گھر میں نازل ہوئی اور حضور نے آپ کو اور آپ کی بیٹی کو اپنے اہلِ بیت میں شامل فرما کر آپ کی دلجوئی فرمائی۔ چنانچہ اُمُّ المومنین حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًاۚ (پ22، الاحزاب:33) (ترجمہ: اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دے۔) تو حضور نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا: یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کیا میں بھی اہلِ بیت سے ہوں؟ حضور نے فرمایا: کیوں نہیں! ان شاء اللہ۔[29] ایک روایت میں ہے کہ جب حضور نے امام حسن و حسین اور سیدہ خاتون جنت کے متعلق یہ فرمایا: اللہ پاک کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے اہلِ بیت! بے شک وہی سب خوبیوں اور عزت والا ہے۔ تو یہ سن کر اُمُّ المومنین حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں، حضور نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے عرض کی: آپ نے حسنین کریمین اور بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہم) کو اہلِ بیت فرمایا لیکن مجھے اور میری بیٹی کو یہ شرف نہیں بخشا۔ آپ نے فرمایا: تم اور تمہاری بیٹی بھی اہلِ بیت میں سے ہیں۔[30] بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے اُمّ سَلَمہ (رضی اللہ عنہا) کو بھی کمبل میں لے لیا، پھر یہ دعا فرمائی۔ خیال رہے کہ لفظ **پنجتن پاک** اس حدیث سے لیا گیا ہے اور یہ واقعہ بہت بار ہوا کبھی اُمّ سَلَمہ (رضی اللہ عنہا) کو کمبل شریف میں داخل نہیں کیا اور کبھی داخل فرما لیا ہے۔[31]

✍ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آپ کو بڑی محبت تھی، چنانچہ ایک بار حضور آرام کے بعد بیدار ہوئے تو آپ کے مبارک جسم پر کھجور کی چھال سے بنے بستر کے سبب پڑنے والے نشان دیکھ کر رونے لگیں تو حضور نے انہیں دلاسا دیتے ہوئے رونے سے منع فرمایا۔[32]

✍ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آپ کی محبت اور آپ کے عشق کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ اپنے غلاموں کو پوری زندگی حضور کی خدمت گزاری کی تاکید کیا کرتیں۔ چنانچہ ایک بار آپ نے اپنے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہیں اس شرط پر آزاد کرتی ہوں کہ تم پوری زندگی حضور کی خدمت کرتے رہو۔ انہوں نے عرض

کی: اگر آپ یہ بات شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں کبھی حضور سے جدائی اختیار نہ کرتا۔ پھر آپ نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت گزاری کی شرط پر آزادی عطا فرمائی۔(33)

✍ آپ میں موجود خوبیوں اور عمدہ ترین اوصاف کی گواہی دیگر ازواج سے بھی منقول ہے، چنانچہ ایک بار حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی: خالہ جان! حضور کو کون سی مقدس بیوی زیادہ محبوب تھیں؟ فرمایا: میں اس بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتی۔ البتہ! حضرت زینب بنتِ جحش اور حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہِ اقدس میں خاص مقام حاصل تھا اور میرا خیال ہے کہ میرے بعد یہ دونوں حضور کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔(34)

احادیثِ مبارکہ کی خدمت امہات المومنین کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں مگر حضرت عائشہ و اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہما ان میں ممتاز تھیں۔(35) آپ سے 378 حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے تیرہ پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور تین کے ساتھ امام بخاری اور تیرہ کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ باقی دیگر کتب میں ہیں۔(36) آپ نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، ابو سَلَمہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کی ہیں۔(37) جبکہ حضرت ابنِ عباس، حضرت عائشہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عمر بن ابو سَلَمہ، حضرت انس، حضرت زینب(38) ان کے علاوہ آپ کی اولاد، بھائی، بھتیجے، غلاموں، صحابہ و تابعین وغیرہ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔(39)

سفرِ آخرت اُمُّ المومنین حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پڑھائیں، لیکن جب آپ کا انتقال ہوا تو جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا کیونکہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا انتقال آپ سے پہلے ہی ہو گیا۔(40) امام شمس الدین ابو عبدُ اللہ محمد بن احمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور کی مقدس بیویوں میں سب سے آخر میں انتقال فرمانے والی آپ ہی ہیں۔ آپ نے بہت لمبی عمر پائی یہاں تک کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا زمانہ پایا۔ ان کی شہادت کی وجہ سے آپ پر غشی طاری ہو گئی، آپ بہت زیادہ غمگین ہوئیں یہاں تک کہ بہت کم عرصہ زندہ رہنے کے بعد انتقال فرما گئیں(41) اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔(42)

تاریخِ وصال ان کی وفات کے بعد دنیا اُمّہاتُ المومنین سے خالی ہو گئی۔(43) مدینہ منورہ میں 84 برس کی عمر پاکر وفات پائی، ان کی وفات کا سال 53ھ ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ ان کے وصال کا سال 59ھ ہے اور ابراہیم حربی نے فرمایا کہ 62 ہجری میں ان کا انتقال ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ 63 ہجری کے بعد ان کی وفات ہوئی ہے۔(44)

---

(1) جنتی زیور، ص488 (2) طبقات ابن سعد، 8/73 (3) فیضان امہات المومنین، ص24 (4) سیر اعلام النبلاء، 3/474، 475 ملتقطاً (5) اصابہ، 8/406 ملخصاً (6) اصابہ، 8/406 ملخصاً (7) بخاری، 2/227، حدیث: 2732 ماخوذاً (8) فتح الباری، 6/294، تحت الحدیث: 2733 (9) مراۃ المناجیح، 8/273 (10) سبل الہدی، 11/190 (11) بخاری، 3/335، حدیث: 4853 ملخصاً (12) استیعاب، 4/493 ملخصاً (13) بخاری، 4/76، حدیث: 5896 (14) بخاری، 2/510، حدیث: 3634 ملخصاً (15) سیرۃ ابنِ ہشام، ص397 (16) سیرتِ مصطفیٰ، ص306 (17) مواہب لدنیہ، 1/282 ماخوذاً (18) سیرۃ ابن ہشام، ص502 (19) تفسیر جلالین، ص75 (20) تفسیر صراط الجنان، 2/193 (21) مکاشفۃ القلوب، ص49 (22) تفسیر روح البیان، 8/354 (23) دلائل النبوۃ للبیہقی، 7/219 (24) معجم کبیر، 23/367، 368 حدیث: 870 مفہوماً (25) مشکاۃ المصابیح، 1/412، 413، حدیث: 2204 (26) مراۃ المناجیح، 3/271 (27) معجم کبیر، 3/108، حدیث: 2817 (28) مواہب لدنیہ، 1/310، 311 (29) شرح السنہ، 7/204، حدیث: 3805 (30) تاریخ ابن عساکر، 3/209 (31) مراۃ المناجیح، 8/452 (32) المطالب العالیہ، 7/608، حدیث: 3176 (33) ابوداود، 4/31، حدیث: 3932 (34) طبقات ابن سعد، 8/91 (35) سیرت رسول عربی، ص607 (36) سیرت رسول عربی، ص610 (37) اصابہ، 8/406 (38) معرفۃ الصحابہ، 6/3218، مراۃ المناجیح، اجمال ترجمہ اکمال، 8/38 (39) اصابہ، 8/406 ملخصاً (40) اصابہ، 8/407 (41) سیر اعلام النبلاء، 3/474 (42) مواہب لدنیہ، 1/408 (43) سیرت مصطفیٰ، ص684 (44) سیرت مصطفیٰ، ص667

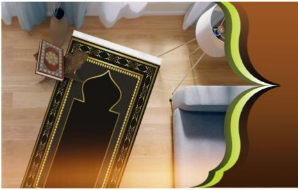

نماز ہو تو ایسی!

محترمہ اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ ملیر کراچی

ایک روز حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نماز ادا کر رہی تھیں، جب آپ سجدہ میں گئیں تو چٹائی کا تنکا آپ کی آنکھ میں چلا گیا، آپ اس دل جمعی کے ساتھ بار گاہِ الٰہی میں متوجہ تھیں کہ جب تک نماز میں رہیں تنکے کا احساس تک نہ ہوا۔[1] نماز کے بعد آپ نے کسی سے فرمایا: دیکھو تو میری آنکھ میں کوئی چیز کھٹک رہی ہے۔ دیکھا گیا تو جائے نماز کا نوکیلا تنکا آنکھ میں گھس گیا ہے اور اس سے آنکھ زخمی ہو چکی ہے۔[2]

غور کیجئے کہ آنکھ بدن کا کتنا نازک حصہ ہے! آنکھ میں معمولی ذرّہ یا تنکا چلا جائے تو انسان تڑپ کر رہ جاتا ہے مگر حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے نماز پڑھتے ہوئے خشوع و خضوع کا عالَم یہ ہے کہ آنکھ میں تنکا گیا، اس سے آنکھ زخمی ہو گئی، اس کے باوجود آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔ کسی فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

نمازِ زاهدان سجده سجودست
نمازِ عاشقان ترکِ وجود است
قیام و قعده و تکبیر و نیت
همه محوست در عینِ معیت[3]

وضاحت زاہدوں کی نماز رکوع و سجدہ ہے اور عاشقوں کی نمازِ ترکِ وُجود ہے یعنی عشقِ الٰہی سے سرشار لوگ جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو خود کو بھول ہی جاتے ہیں۔ قیام، قعدہ، تکبیر اور نیت وغیرہ تمام اعمالِ نماز میں یہ عینِ معیّت یعنی بار گاہِ الٰہی میں حاضری کی لذت میں گم ہوتے ہیں۔

نماز میں خشوع کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۝ (پ16، طٰہٰ:14) ترجمہ: میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ غفلت ذکر کا الٹ (Opposite) ہے۔ لہٰذا جو پوری نماز میں غافل رہے وہ نماز کو ذکرِ الٰہی کے ساتھ قائم کرنے والا کیسے ہو سکتا ہے![4]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ جنہیں نماز سے سوائے تھکاوٹ اور تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس سے مراد غافل نمازی ہیں۔ جب دل ہی غافل ہو گا تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۝ (پ1، الفاتحۃ:5) (ترجمہ: ہمیں سیدھے راستے پر چلا) میں کیا سوال کرے گا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ قراءت اور اذکار سے مقصود اللہ پاک کی حمد و ثنا، اس کی بار گاہ میں اظہارِ عاجزی اور دعا کرنا ہے۔ اس کا مخاطب اللہ پاک ہے اور اس کا دل پردۂ غفلت میں ہے تو یہ اسے نہیں دیکھ سکتا بلکہ یہ تو مخاطب ذات سے بھی غافل ہے، اس کی زبان تو عادتاً حرکت کر رہی ہے اور یہ بات نماز کے مقصود سے کس قدر دور ہے کہ اس کے فرض کرنے کا مقصد ہی دل کی صفائی، ذکرِ الٰہی کی تجدید اور اس پر ایمان کو مضبوط کرنا ہے۔[5]

خشوع نماز کی روح ہے۔ تفاسیر میں ہے: نماز میں خشوع ظاہری بھی ہوتا ہے اور باطنی بھی، ظاہری خشوع یہ ہے کہ نماز کے آداب کی مکمل رعایت کی جائے، مثلاً: نظر جائے نماز سے باہر نہ جائے اور آنکھ کے کنارے سے کسی طرف نہ دیکھے، آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائے، کوئی بیکار کام نہ کرے، کوئی کپڑا شانوں پر اس طرح نہ لٹکائے کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے ہوں اور آپس میں ملے ہوئے نہ ہوں، انگلیاں نہ چٹخائے اور اس قسم کی حرکات سے باز رہے۔ باطنی خشوع یہ ہے کہ اللہ پاک کی عظمت پیشِ نظر ہو، دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہو اور نماز میں دل لگا ہو۔[6]

علامہ بدرُ الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز میں خشوع

مستحب ہے۔[7]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہاں نماز کا کمال نماز کا نور نماز کی خوبی فہم و تَدَبُّر و حضورِ قلب (یعنی نماز کو سمجھ کر پڑھنے اور دل سے اللہ پاک کے حضور حاضر رہنے) پر ہے۔[8] مطلب یہ کہ اعلیٰ درجے کی نماز وہ ہے جو خشوع کے ساتھ ادا کی جائے۔

خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے نماز شروع کرنے سے پہلے ہر اس چیز سے فراغت حاصل کر لیجئے جو خشوع میں رکاوٹ بن سکتی ہو، مثلاً: بھوک لگی ہو تو کچھ کھا لیجئے، پیاس لگی ہو تو پانی پی لیجئے، طبعی حاجت کی شدت ہو تو اس سے فارغ ہو جائیے، بچوں کو دور کر دیجئے، شور والی جگہ سے ہٹ کر نماز پڑھنے کا اہتمام کیجئے، سردی گرمی سے بچنے کا مناسب انتظام کر لیجئے، موبائل فون سائلنٹ کر دیجئے وغیرہ۔

ظاہری عوارض کے ساتھ ساتھ باطنی رکاوٹوں کو دور کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جس چیز کی انسان کو فکر ہوتی ہے، اس کا دل اسی میں مشغول رہتا ہے۔ جب دل میں دنیاوی خیالات بھرے ہوئے ہوں گے تو دل اللہ پاک کی طرف کیسے متوجہ ہو گا! لہٰذا کوشش کیجئے کہ ایسی تمام فضولیات سے پیچھا چھڑائیے جن کے سبب آپ کا دماغ مشغول ہو سکتا ہو اور نماز کی خشوع سے ادائیگی میں رکاوٹ کھڑی ہو سکتی ہو۔ نیز ضروری کاموں کی ٹینشن سے بھی چھٹکارا حاصل کرنے کی پوری کوشش کیجئے اور یہ غور کیجئے کہ میری پیدائش کا مقصد عبادتِ الٰہی ہے، دیگر تمام دنیاوی کاموں کا فائدہ وقتی ہے، جبکہ نماز رب کی رضا دلانے اور آخرت بنانے والی ہے۔ یہ دنیا اپنے تمام کاموں اور فائدوں سمیت فنا ہو جائے گی جبکہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور باقی بھی رہے گی۔

ہر نماز کو اپنی زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھیے۔ یوں بھی کوئی نہ کوئی نماز تو ایسی ہو گی ہی کہ جس کے بعد موت آجائے گی اور اگلی نماز پڑھنے کی مہلت نہیں ملے گی، جبکہ موت کا کوئی وقت بھی مقرر نہیں ہے، لہٰذا یہ سوچ کر اچھی طرح خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھئے کہ کیا پتہ اس کے بعد مجھے اگلی نماز پڑھنے کا موقع ہی نہ ملے اور موت آجائے!

نماز پڑھنے سے پہلے یہ تصور جمائیے کہ میں رب کی بارگاہ میں حاضر ہو رہی ہوں۔ اللہ پاک کی عظمت و جلال اور بزرگی کو پیشِ نظر رکھئے اور یہ بھی غور کیجئے کہ ربِّ کریم مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے تمام حالات اور خیالات کو جانتا ہے۔ اس مالکِ حقیقی کے قبضۂ قدرت میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے اور وہ فائدہ و نقصان پہنچانے پر قادر ہے۔ پھر یہ بھی یقین رکھیے کہ میں اپنی عبادت کے ذریعے اللہ پاک کے عظیم حق کو ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ اس طرح اپنا ذہن بنائیے اور خوف و حیا اور امید و عاجزی کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں اس طرح حاضر ہوں جیسے بھاگی ہوئی مجرمہ باندی اپنے آقا کے پاس لوٹ کر واپس آتی ہے۔

نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں، اذکار اور دعاؤں پہ توجہ رکھیے، ان کا ترجمہ یاد کر لیجئے اور معنیٰ سمجھتے ہوئے نماز ادا کیجئے۔ سورۃ الفاتحہ کے بعد پڑھی جانے والی سورتیں بدل بدل کر پڑھیے۔ نماز کے ارکان ادا کرتے ہوئے جہاں نظر رکھنا مستحب ہے وہیں رکھیے یعنی قیام کی حالت میں نظر مقامِ سجدہ پر، حالتِ رکوع میں پشتِ قدم پر، حالتِ سجود میں ناک کی طرف اور حالتِ قعدہ میں اپنی گود کی طرف ہو۔

خشوع و خضوع کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے اور عمل کا جذبہ بڑھانے کے لئے احیاء العلوم کی پہلی جلد سے نماز کا بیان کے باب نمبر 3 کا مطالعہ فرمائیے۔ اللہ پاک ہمیں عبادت کی لذت عطا فرمائے اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تنبیہ الغافلین، ص291، رقم:834 2 سبع سنابل، ص93 3 سبع سنابل، ص112 4 احیاء العلوم، 1/216 5 احیاء العلوم، 1/217 ملتقطاً 6 حاشیہ صاوی، 4/1356، تفسیر خازن، 3/320، تفسیر نسفی، ص751 7 عمدۃ القاری، 4/391، تحت الحدیث:741 8 فتاویٰ رضویہ، 6/205

قصیدۂ معراجیہ (قسط 5)

محترمہ بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤ الدین

18

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رُت سُہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **تحویلِ مہر:** سورج کا پھرنا، ایک بُرج سے دوسرے بُرج میں داخل ہونا۔ **رُت:** موسم۔ **پوشاک:** لباس۔ **زیبِ تن کرنا:** پہننا۔

مفہومِ شعر: آفتابِ نبوت کا اِس منزل (مکاں) سے اپنی اصل منزل (لامکاں) کی طرف جاتے وقت دنیاوی لباس اتار کر نوری پوشاک زیبِ تن فرمانا اس بات کی علامت تھا کہ جب حضور انعاماتِ خداوندی کے ساتھ واپس آئیں گے تو اس جہاں کی قسمت ہی بدل جائے گی۔

شرح: خبر یہ تحویل مہر کی تھی: حضور جب معراج شریف کی رات زمین سے آسماں اور مکان سے لامکاں کی طرف روانہ ہوئے تو گویا کہ ایک بار پوری کائنات میں اندھیرا چھا گیا، بلکہ کائنات ہی نامکمل ہو گئی، کیونکہ آپ دونوں عالم کی جان ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

لیکن یہ عارضی تاریکی اس بات کی نوید تھی کہ اب خزاں کے بادل چھٹنے والے ہیں، دنیا کی قسمت بدلنے والی ہے، امت کے لئے بخششوں اور عطاؤں کے دروازے کھلنے والے ہیں، اب موسمِ بہار آئے گا، نحوستیں ٹل جائیں گی، تکلیفیں دور ہوں گی، نور و رحمت کی بارش ہو گی!

وہاں کی پوشاک زیب تن کی: حضور نے اس دنیا کا مادّی لباس بڑھا کر خلد کا نورانی جوڑا زیبِ تن فرمایا اور سوئے لامکاں روانہ ہو گئے۔ ملا معین الدین ہروی فرماتے ہیں: معراج پر جانے کے لئے حضور نے نور کا لباس پہنا اور نور کا عمامہ آپ کے سر پر رکھا گیا، ایک روایت میں ہے: حضرت رضوان نے وہ عمامہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے 7 ہزار سال پہلے باندھا تھا، 40 ہزار فرشتے اس کی تعظیم و تکریم کے لئے اس کے گرد کھڑے تھے، جو ہر وقت تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے، ہر تسبیح کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر درود بھیجتے، یہاں تک کہ اس رات حضرت جبرئیل اس عمامے کو لائے، چالیس ہزار فرشتے اس عمامے کے ساتھ آئے اور حضور کی زیارت کی۔ اس عمامے کے چالیس ہزار نقش و نگار تھے اور ہر نقش پر چار لکیریں تھیں: پہلی لکیر پر محمد رسول اللہ، دوسری پر محمد نبی اللہ، تیسری پر محمد خلیل اللہ اور چوتھی پر محمد حبیب اللہ لکھا تھا، پھر حضرت جبرئیل نے نور کی ایک چادر حضور کو پہنائی، زمرد کی نعلین مبارک پاؤں میں اور یاقوت کا کمر بند باندھا۔[1]

جوڑا بڑھا چکے تھے: جس طرح ہمارے یہاں دستر خوان اٹھانے کے بجائے ادباً دستر خوان بڑھانا کہا جاتا ہے اسی طرح یہاں پر جوڑا اتارنے کے بجائے جوڑا بڑھانا کہا گیا ہے۔

19

تجلّیِ حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پَرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **تجلی:** جلوہ۔ **نچھاور کرنا:** برسانا۔ **دو رویہ:** دونوں طرف۔ **قدسی:** فرشتے۔ **پَرے جمانا:** پروں کو پھیلانا۔

مفہومِ شعر: معراج کی رات حضور کے سرِ انور پر اللہ پاک کے

نور کا سہرا سجایا گیا، صلوٰۃ سلام کی برسات کی گئی اور حضور جس راہ سے گزرتے دونوں طرف فرشتے اپنے پروں کو بچھا کر آپ کو سلامی پیش کرتے تھے۔

شرح: معراج کی رات حضور کے واسطے قدسی پروٹوکول کا اہتمام کیا گیا، جس طرح کسی بادشاہ کی سواری گزرتی ہے تو کوئی پھول نچھاور کرتا ہے اور لوگ راستے میں دونوں طرف کھڑے ہو کر استقبال کرتے ہیں، ایسے ہی درود و سلام کی برسات میں جب معراج کے دولہا سوئے عرش روانہ ہوئے تو جس جس راستے سے گزرتے دونوں اطراف میں فرشتے پروں کو جمائے باادب کھڑے ہو کر سلامی پیش کر رہے تھے۔

فرشتوں کا ذاتِ اقدس پر درودِ پاک بھیجنا قرآنِ پاک سے ثابت ہے[2] اور جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف کی جائے تو اس سے مراد ان کا استغفار کرنا یا ایسی دعا کرنا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان کے لائق ہو۔[3]

شبِ اسرا کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

20

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **واں:** وہاں۔ **خاکِ گلشن:** باغ کی مٹی۔ **اترن:** استعمال شدہ چیز۔ **نامرادی:** بد بختی۔

مفہوم شعر: اے کاش کہ ہم بھی وہاں ہوتے اور جس گلشن سے میرے آقا گزرے اس کی خاک بن کر حضور کے قدموں سے لپٹ جاتے اور آپ کی اترن حاصل کرتے مگر ہمارا مقدر ایسا کہاں! ہمارے نصیب میں تو یہ محرومی اور نامرادی کے دن لکھے تھے۔

شرح: وہ حضور کے سرِ انور پر سجا نورانی سہرا، وہ صلوٰۃ و تسلیم کی بارشیں، فرشتوں کی سلامی، سبحان اللہ! اعلیٰ حضرت یہ نورانی منظر بیان کرنے کے بعد ایک بار پھر حسرت و یاس میں ڈوب کر کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی وہاں ہوتے اور کچھ نہیں تو کم از کم وہاں کی خاک ہی بن جاتے اور حضور کے قدموں سے لپٹ کر آپ کی اترن کی بھیک مانگتے کہ آقا آپ نے جنت کو اپنا دھوون عطا فرمایا ہے تو ہمیں بھی اپنی اترن عطا فرمائیے۔

21

ابھی نہ آئے تھے پشتِ زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شِلّک
صدا شفاعت نے دی مُبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **پشتِ زین:** سواری کی کاٹھی۔ **سر کرنا:** عبور کرنا۔ **شِلّک:** توپوں کی سلامی۔

مفہوم شعر: ابھی حضور اپنی سواری پر سوار بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ کو امت کی بخشش کی بشارت سنا دی گئی اور شفاعت نے خود حضور کو خوشی سے مبارکباد پیش کی جسے سن کر گناہ گار تو گناہ گار خود گناہ بھی مستی میں جھومنے لگے۔

شرح: حضور نے براق پر سوار ہونے کے لئے ابھی زین پر قدم بھی نہ رکھا تھا کہ حضور کو امت کی بخشش کی خوشخبری سنا دی گئی۔ شفاعت نے خود آگے بڑھ کر حضور کو مبارک باد دی کہ جس امت کے لئے آپ رو رو کر دعائیں کرتے رہے اس کا کام بن گیا ہے، آپ نے اپنی امت کو بخشوا لیا ہے، اسے سن کر گناہ بھی مستانہ وار جھوم اٹھے تھے اور گنہگار بھی۔ گناہ گار اس لئے کہ ہماری مغفرت کر دی گئی جبکہ گناہ اس لئے جھومتے تھے کہ اگر گناہ گاروں کی بخشش نہ ہوتی تو ہماری وجہ سے گناہ گار عذاب میں مبتلا ہو جاتے جس سے اللہ پاک کے محبوب پریشان ہوتے، لہٰذا شکر ہے کہ ہم حضور کی پریشانی کا باعث بننے سے بچ گئے۔ کیونکہ ایک روایت کے مطابق حضور کی شفاعت کا حق ان امتیوں کے لئے ہے جنہیں گناہوں نے ہلاک کر ڈالا۔[4]

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

---

(1) معارج النبوۃ فارسی، 2/100 (2) پ22، الاحزاب:56 (3) حاشیہ صاوی، ص1654 - تفسیرات احمدیہ، ص634 (4) الکامل لابن عدی، 6/261، حدیث:1317

مدنی مذاکرہ

غوثِ پاک کے والد کے ”جنگی دوست“ لقب کی وجہ

سوال: غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب کو جنگی دوست کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے میں آگے آگے تھے، گناہ دیکھ کر ان کو برداشت نہیں ہوتی تھی۔ مکتبۃ المدینہ کی کتاب ”غوثِ پاک کے حالات“ صفحہ نمبر 16 پر ہے کہ حضرت ابو صالح سید موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ”جنگی دوست“ اس لیے ہوا کہ آپ خاص اللہ پاک کی رضا کے لیے اپنے نفس کو مارتے اور عبادت میں کافی کوشش کرنے والے اور ریاضت کرنے والے تھے، نیکی کے کاموں کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے مشہور تھے، اس معاملے میں اپنی جان تک کی بھی پروانہ کرتے تھے۔ ایک دن آپ جامع مسجد کو جا رہے تھے کہ خلیفۂ وقت کے چند ملازم شراب کے مٹکے نہایت ہی احتیاط سے سروں پر اٹھائے جا رہے تھے، آپ نے جب ان کی طرف دیکھا تو جلال میں آگئے اور ان مٹکوں کو توڑ دیا۔ آپ کے رعب اور بزرگی کے سامنے کسی ملازم کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی، یعنی وہ کچھ بولے بغیر چپ چاپ چلے گئے تو انہوں نے خلیفۂ وقت (یعنی اس وقت کے بادشاہ) کے سامنے اس واقعہ کا اظہار کیا اور آپ کے خلاف خلیفہ کو ابھارا، تو خلیفہ نے کہا کہ سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو فوراً میرے دربار میں پیش کرو۔ چنانچہ آپ دربار میں تشریف لے آئے۔ خلیفہ اس وقت غیظ و غضب سے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، خلیفہ نے للکار کر کہا: آپ کون تھے جنہوں نے میرے ملازمین کی محنت کو رائیگاں (یعنی برباد) کر دیا؟ حضرت سید موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں محتسب (یعنی خلافِ شرع باتوں کی ممانعت کرنے والا) ہوں اور میں نے اپنا فرضِ منصبی ادا کیا ہے۔ خلیفہ نے کہا: آپ کس کے حکم سے محتسب مقرر کیے گئے ہیں؟ حضرت سید موسیٰ جنگی دوست نے رعب دار لہجے میں جواب دیا: جس کے حکم سے تم حکومت کر رہے ہو۔ یعنی اللہ پاک نے مجھے محتسب مقرر کیا ہے کہ میں تم لوگوں کا احتساب کروں اور تمہیں برائیوں سے روکوں۔

آپ کے اس ارشاد پر خلیفہ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ گھٹنوں پر سر رکھ کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر عاجزی کے ساتھ بولا: حضور والا! امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی نیکی کی دعوت دینے اور گناہ سے روکنے کے علاوہ مٹکوں کو توڑنے میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا: تمہارے حال پر شفقت کرتے ہوئے نیز تم کو دنیا و آخرت کی رسوائی اور ذلت سے بچانے کی خاطر۔ خلیفہ پر آپ کی اس حکمت بھری گفتگو کا بڑا اثر ہوا اور متاثر ہو کر عرض گزار ہوا: عالیجاہ! آپ میری طرف سے بھی محتسب کے عہدے پر مامور ہیں یعنی میں نے بھی آپ کو محتسب بنایا ہے۔ حضرت چونکہ غوثِ پاک کے والد تھے، متوکلانہ انداز میں فرمایا: جب میں اللہ پاک کی طرف سے مامور (یعنی مقرر کیا گیا) ہوں تو پھر مجھے خلق (یعنی مخلوق) کی طرف سے مامور ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی دن سے آپ ”جنگی دوست“ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔[1] [2]

عام بندے مدد کر سکتے ہیں تو پھر اولیا کیوں نہیں کر سکتے؟

سوال: سورۃ الفاتحہ میں ہے: اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۴﴾ (پ1، الفاتحہ: 4) ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ پھر دوسروں سے مدد کیوں مانگی جاتی ہے؟

جواب: اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۴﴾ (پ1، الفاتحہ: 4) ترجمہ: ہم

تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اس کا انکار نہیں، اللہ پاک سے مدد مانگنی چاہیے، ہم مانگتے بھی ہیں وہ اپنے آپ ہمیشہ ہمیشہ سے مددگار ہے، مگر اس آیت میں اس بات کا انکار تو نہیں کہ اللہ پاک کی عطا کردہ طاقت سے بھی کوئی اور مدد نہیں کر سکتا۔ آخر پولیس والا بھی تو تمہارے ساتھ تعاون کرتا ہے، تمہاری گمشدہ اسکوٹر لاکر تمہیں دے دیتا ہے تو یہ مدد کرنے کی طاقت اسے اللہ پاک نے ہی تو دی ہے، جب جان خطرے میں ہوتی ہے تو ڈاکٹر سے بھی تو ہم مدد مانگتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب جتنا خرچہ ہوتا ہے ہونے دو، آپریشن ہوتا ہے تو وہ بھی کر ڈالو مگر جان بچالو، جج سے بھی مدد مانگتے ہیں، کہیں سے گر کر چوٹ لگ جائے تو ماں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں کہ ماں آکر سنبھال لے، جب اتنے سارے لوگوں سے مدد مانگتے ہیں تو پھر اولیائے کرام سے مدد کیوں نہیں مانگ سکتے؟ یہ غلط فہمیاں شیطان نے پیدا کی ہوئی ہیں، لہٰذا اولیائے کرام سے مدد مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اولیائے کرام وصال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں

سوال: اولیائے کرام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی کیا انہیں مدد کے لئے پکار سکتے ہیں؟

جواب: اہلُ اللہ (یعنی اللہ والے) جب دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے اجر اور انعام ملنے کا وقت ہوتا ہے۔ اب اس اجر اور انعام ملنے کے وقت انہیں بے کس اور بے بس بنا دیا جائے کہ یہ کچھ کر ہی نہ سکیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وصال کے بعد تو پہلے سے زیادہ ان میں مدد کرنے کی طاقت آجاتی ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جو پانچویں صدی کے مجدد اور بہت بڑے ولی اللہ تھے اور مسلمانوں کی بھاری تعداد ان سے واقف ہے یہ فرماتے ہیں: جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے مرنے کے بعد بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔[3] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چار بزرگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ قبر میں ہونے کے باوجود زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں یعنی اللہ پاک کے دیئے ہوئے اختیارات استعمال کرتے ہوئے مدد وغیرہ فرماتے ہیں ان میں سے ایک شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی نام ہے۔[4] اولیائے کرام کو دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی مدد کے لئے پکارنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔[5]

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے

سوال: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی وضاحت فرما دیجیے:

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

جواب: اس شعر میں ایک حکایت کی طرف اشارہ ہے کہ غوثِ پاک کا ارشاد ہے: میرا ربّ کہتا ہے کہ اے عبدالقادر! کھا، تو میں کھاتا ہوں، اے عبدالقادر! پی، تو میں پیتا ہوں۔ اس طرح کے غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال ہیں۔[6] جن کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شعر میں بیان فرمایا ہے۔[7]

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اُس کو شفیع

سوال: یا سیّدی! اس شعر کی وضاحت فرما دیجئے۔

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اُس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

جواب: اس شعر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ عرض کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! میں آپ کی بارگاہ میں اُس ہستی (یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کی سفارش اور وسیلہ پیش کر رہا ہوں جو میرے تو غوث یعنی فریاد سننے والے، ہمدرد اور غم خوار ہیں، لیکن آپ کے بیٹے ہیں۔ آپ اپنے بیٹے کے صدقے میں میری بگڑی بنا دیجئے۔[8]

---

1 سیرتِ غوث الثقلین، ص49تا51 2 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/458تا461 3 احیاء علوم الدین، 2/308 ماخوذاً 4 لمعات التنقیح، 4/215 5 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/464، 465 6 الحقائق فی الحدائق، 1/109 ماخوذاً 7 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/469 8 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 4/262

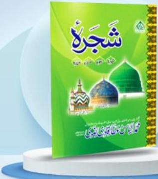

شرحِ شجرۂ

قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ

محترمہ ام فیضان عطاریہ مدنیہ
نگران شعبہ ماہنامہ خواتین کراچی سطح

اللہ پاک نے ہر دور میں اپنے محبوب کی امت کو ایسی ہستیاں عطا فرمائیں جنہوں نے نہ صرف خود نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے جیسے اہم فریضہ کو انجام دیا بلکہ دوسروں کو بھی یہ اہم کام کرنے کا ذہن دیا، انہی میں ایک ہستی امیرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ بھی ہیں۔ آپ نے جس عظیم دینی تحریک دعوتِ اسلامی کی شروعات کی اس نے ہر خاص و عام کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔

آپ اپنے چاہنے والوں اور والیوں کو سلسلۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ میں مرید کرتے ہیں اور مشائخِ کرام کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ بیعت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مریدین و طالبین کو اوراد و وظائف اور دعائیہ اشعار پر مشتمل ایک شجرہ شریف بھی عطا فرماتے ہیں، ان اشعار میں سلسلہ عالیہ کے تمام مشائخ کے نام اس ترتیب سے لکھے ہوتے ہیں کہ سلسلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے۔

الحمدُللہ! امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے بھی اپنے مریدین و طالبین کو "شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ" بصورتِ رسالہ عطا فرمایا ہے جس کے آخر میں شجرۂ عالیہ اشعار کی صورت میں موجود ہے۔ اس رسالے میں گناہوں سے بچنے، روزی میں برکت، کسی کام میں رکاوٹ اور مختلف مسائل کے حل کے لئے کم و بیش 52 اوراد و وظائف بھی لکھے ہیں جو امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے مریدین و طالبین کے علاوہ کسی اور کو پڑھنے کی اجازت نہیں۔

شجرۂ عالیہ کے اشعار کس نے لکھے؟ شجرۂ عالیہ کُل 23 اشعار پر مشتمل ہے۔ شروع کے 18 اشعار اور مَقْطَع (آخری شعر) امامِ اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔ ان کے وصال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ جانشین ہوئے تو انہوں نے ایک شعر کا اضافہ فرمایا جبکہ شعر نمبر 20 اور 22 امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کا ہے۔ 21 واں شعر کس کا ہے؟ اس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔

شجرۂ عالیہ کی خوبی ان اشعار کی ایک خوبی یہ ہے کہ مصرعہ میں جہاں کسی بزرگ کے نام یا ان کے مشہور وصف کو ذکر کرتے ہوئے وسیلہ بنا کر دعا مانگی گئی ہے وہیں اس نام کے الفاظ یا نام کے معنیٰ کی مناسبت سے اللہ پاک سے نعمت طلب کی گئی ہے۔ جیسے

مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہیدِ کربلا کے واسطے

شجرہ شریف پڑھنے کے فوائد شجرۂ عالیہ اپنے بزرگوں کے وسیلے سے مانگی جانے والی منظوم دعا ہے جو دنیوی اور اخروی مصیبتوں اور مشکلات کے حل کے لئے مؤثر ذریعہ ہے۔ شجرۂ عالیہ کو پڑھنے کی بہت زیادہ برکتیں ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شجرہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تک بندے کے اِتّصال کی سند ہے شجرہ خوانی سے متعدد فوائد (حاصل ہوتے) ہیں: مثلاً

اول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تک اپنے اِتّصال کی سند کا حفظ۔

دوم: صالحین کا ذکر کہ مُوجبِ نزولِ رحمت ہے۔

سوم: نام بنام اپنے آقایانِ نعمت کو ایصالِ ثواب کہ ان کی بارگاہ سے مُوجبِ نظرِ عنایت ہے۔

چہارم: جب یہ اوقاتِ سلامت میں ان کا نام لیوا رہے گا تو وہ اوقاتِ مصیبت میں اس کے دستگیر ہوں گے۔[1]

شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے مریدوں کے لئے مرجھائی ہوئی زندگی میں خوشیوں کی بہار کی طرح ہے۔ یہ ایسا انمول تحفہ ہے جس کی برکت سے وہ اپنی حاجتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مسائل و پریشانی سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس کی برکات حاصل کرنے کے لئے اسے روزانہ پڑھنے کا معمول بنانا چاہیے۔ شجرہ شریف کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کے اشعار کی تشریح پر مشتمل قسط وار سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔

(1)

یا الٰہی رَحم فرما مُصطفےٰ کے واسطے

یا رَسُولَ اللہ کرم کیجے خُدا کے واسطے

مفہومِ شعر: اس شعر میں اللہ پاک سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے واسطے سے اور سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے آپ کے رب کے واسطے سے رحم و کرم کا سوال کیا گیا ہے کہ اے اللہ! ہم پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے واسطے سے رحم فرما اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! اللہ پاک نے تو آپ کو دونوں جہاں کے خزانوں کا مالک بنایا ہے آپ اللہ پاک کے واسطے ہم پر کرم کی نظر فرمایئے۔

شرح: اس شعر کے دونوں مصرعوں میں لفظ "واسطے" آیا ہے لیکن دونوں جگہ اس کے معنی الگ الگ ہیں: پہلے مصرعے میں واسطے کا معنی ہے "وسیلہ" یعنی اللہ پاک کی بارگاہ میں اس کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو وسیلہ بنا کر اپنی مراد مانگی گئی ہے جبکہ دوسرے مصرعے میں واسطہ محاورۃً ذکر کیا گیا ہے، جیسے کوئی مانگنے والا کسی سے کچھ مانگتا ہے تو کہتا ہے: اللہ کے واسطے مجھے کھانا دے دو! اللہ کے واسطے میری مدد کرو! اس کی مراد یہ نہیں ہوتی کہ معاذ اللہ میں اللہ پاک کو وسیلہ بنا کر مانگتا ہوں، کیونکہ اللہ پاک وسیلہ بننے سے پاک ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ وسیلہ و توسّل و توسُّط بننے سے پاک ہے، اس سے اُوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہو گا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا۔[2] لہٰذا اللہ پاک کا واسطہ دینے سے مراد اللہ پاک کی رضا ہے۔

اس شعر میں شجرۂ عالیہ کی اصل یعنی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذکرِ خیر ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کو جو بھی ملا ہے حضور سے ملا ہے اور حضور کے صدقے میں ملا ہے۔ چنانچہ حضور ہی کے نور سے چاند و سورج کو روشنی ملی، حضرت آدم علیہ السلام نے حضور کا وسیلہ پکڑا تو کامیابی پائی، حضور کے وسیلے سے حضرت خلیل پر آگ گلِ گلزار ہوئی، حضرت ایوب علیہ السلام سے مصیبت دور ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور کا وسیلہ پکڑنے والے اور قیامت میں حضور کے سبزہ زار میں پناہ لینے والے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے طلبِ دعا، طلبِ شفا، طلبِ مغفرت اور دیگر حاجات طلب کرتے رہے، جیسا کہ ایک نابینا شخص نے بارگاہِ رسالت میں اپنی نابینائی کی شکایت کی تو آپ نے اسے یوں دعا مانگنے کی تلقین فرمائی: اے اللہ! میں اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وسیلے سے تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت کے بارے میں متوجہ ہوں تاکہ وہ پوری ہو جائے۔ اس حدیث کے راوی فرماتے ہیں: اللہ پاک کی قسم! ہم وہاں سے اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ شخص دوبارہ وہاں آیا تو اس کی بینائی ایسے لوٹ آئی تھی کہ وہ کبھی نابینا تھا ہی نہیں۔[3]

دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ سے مدد طلب کرتے اور آپ کو پکارتے تھے اور آج تک یہی سلسلہ اُمّت میں جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت بلکہ روزِ قیامت بھی جاری رہے گا۔

---

1 فتاویٰ رضویہ، 26/590

2 فتاویٰ رضویہ، 21/303، 304

3 معجم کبیر، 9/31، حدیث: 8311 ملخصاً

اُمِّ میلاد عطاریہ*
* نگرانِ عالمی مجلس مشاورت
(دعوتِ اسلامی) اسلامی بہن

اپنا وقار بنائیے

اللہ پاک نے انسان کو باعزت بنایا، اور انسان کی اصل عزت کا معیار تقویٰ قرار دیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾ ترجَمۂ کنزالعرفان: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔[1]

محترم اسلامی بہنو! اس آیتِ مبارکہ کے اس حصے میں وہ بنیادی اصول بیان کیا جارہا ہے جو کسی انسان کے لیے شرافت، عظمت اور فضیلت کا اصل ذریعہ ہے اور جس کے سبب اُسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔[2]

اس سے یہ حقیقت روشن ہوگئی کہ انسان کی حقیقی عزت اور وقار مال، نسل یا شہرت پر نہیں بلکہ دل کی پرہیز گاری، اخلاص اور کردار کی پاکیزگی پر موقوف ہے۔

یاد رکھیے وقار (Dignity) کا مطلب ہے: انسان اپنے گفتار، کردار، سوچ اور عمل میں سنجیدہ، متوازن اور شائستہ ہو۔ وہ نہ تو کسی پر ظلم کرے، نہ خود کو ذلیل کرے، نہ اپنی عزتِ نفس کو سستے مفاد پر قربان کرے۔ ایک مؤمن کو اپنی خودی اور شرافت کا پاس رکھنا چاہیے۔ اپنی عزت کو خواہشات، دنیاوی مفادات یا وقتی لذتوں کے بدلے نہ بیچے۔

اولاد کو باوقار بنانے میں ماؤں کا کردار

ماؤں کو چاہیے کہ جب وہ اپنی بیٹیوں کی تربیت کریں تو ان کے اندر وقار اور عزتِ نفس پیدا کرنے کے لیے چار اہم امور کو بطورِ خاص پیشِ نظر رکھیں:

1 عقائد کی اصلاح پر خصوصی توجہ دیں۔ 2 ظاہری اعمال کو درست کرنے کی فکر کریں۔ 3 باطنی صفات کی بہتری اور تزکیۂ نفس کی کوشش کریں۔ 4 اخلاقیات میں بلندی پیدا کرنے پر بھرپور محنت کریں۔ یہ چاروں نکات دنیاوی و اُخروی کامیابی کے لیے نہایت مؤثر اور بنیاد فراہم کرنے والے ہیں۔

اگر اخلاق اچھے ہوں گے تو معاشرے میں انسان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، لوگ عزت دیں گے اور دلوں میں جگہ بنے گی۔ مزید یہ کہ اچھے اخلاق اللہ پاک کی رضا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنیں گے۔ جبکہ اگر اخلاق خراب ہوں، زبان میں کڑواہٹ، رویے میں غرور یا بدتمیزی ہو تو اس سے انسان کی ساکھ گرتی ہے، نہ صرف اپنی عزت خاک میں ملتی ہے بلکہ والدین کی بدنامی اور معاشرتی رسوائی کا سبب بھی بنتی ہے۔ آخرت میں ایسے اخلاق اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا موجب بنیں گے، اور حقوق العباد کی پامالی کی صورت میں لوگ آخرت میں مطالبہ کریں گے کہ ان کے حقوق کا حساب لیا جائے۔

بلندیِ عزت و وقار کے اسباب و اوصاف

وقار اور مکمل شخصیت کے نکھار کے لیے درج ذیل چند خصوصیات

کو اپنانا بہت مفید ہو سکتا ہے: ❁ اگر کسی معاملے میں آپ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا اعتراف کریں، اس سے عزت گھٹے گی نہیں، بلکہ بڑھے گی۔ ❁ زندگی کو آسان بنائیں، تعلقات میں نرمی لائیں، غیر ضروری سختی اور ضد سے گریز کریں۔ ❁ لوگوں کو اہمیت دینا سیکھیں۔ اگر کوئی آپ کے پاس آئے تو کھڑے ہو کر اس کا خیر مقدم کریں، نشست پیش کریں۔ یوں آپ نے اگرچہ کسی کو زمین پر جگہ دی، مگر وہ آپ کو دل میں جگہ دے گا۔ یہ رویہ آپ کی اہمیت، عزت اور وقار میں اضافہ کرے گا۔ ❁ جب بھی کسی سے بات کریں تو اس کے مقام، مرتبے، عمر اور حالات کو مدِ نظر رکھ کر گفتگو کریں۔ ہم عموماً اپنی طبیعت، مزاج یا لہجے کے مطابق بات کرتے ہیں، مگر سامنے والے کے احساسات، تجربات اور عمر کا لحاظ ضروری ہے۔ ❁ برائی کا جواب بھلائی سے دینا سیکھیں۔ بدلہ لینے والے نہ بنیں، درگزر اور معاف کرنے کو عادت بنالیں۔ ❁ اللہ کے بندے بن کر زندگی گزاریں۔ جو اللہ کے سامنے جھکتا ہے اللہ مخلوق کے دلوں کو اس کے لیے جھکا دیتا ہے۔ ❁ سچ بولیں ❁ دیانت دار بنیں ❁ کردار کو مضبوط رکھیں ❁ علم و عمل میں سنجیدگی لائیں ❁ اللہ کے لیے تواضع اختیار کریں حدیثِ پاک میں ہے: جو کوئی اللہ پاک کے لیے تواضع اپناتا ہے اللہ پاک اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔[3]

❁ ہر ہفتے، بعد نمازِ عشا مدنی مذاکرہ ضرور دیکھیے۔

مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کی صورت میں اِن شآءَ اللہ آپ کی شخصیت میں ایسی بہت سی مثبت تبدیلیاں آئیں گی جو معاشرے میں آپ کو ایک عزت دار اور باوقار خاتون بنانے کی ضامن ہوں گی۔

عزت و وقار مجروح کرنے والی باتیں

پیاری اسلامی بہنو! ان باتوں کو اپنانے کے ساتھ ساتھ کچھ باتوں سے بچنا بھی ضروری ہے تاکہ ہمارا دامنِ عزت و وقار گدلا نہ ہو:

◉ لوگوں کی نفسیات کے خلاف باتیں نہ کریں۔ مثلاً: شادی شدہ عورت بیوہ کے سامنے اپنے شوہر کی تعریفیں کرے، بے اولاد کے سامنے اپنی اولاد کی باتیں کرے، یتیم کے سامنے ماں باپ کے پیار کی باتیں کرے، تو یہ احساسِ محرومی کو جنم دیتی ہیں۔ سامنے والا کچھ نہ کہے، لیکن دل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو سکتا ہے اور لاشعوری طور پر اس کی نظر میں آپ کی قدر و وقعت کم ہو گی۔ ◉ جب ہم مکان بناتے ہیں تو ایسا سوراخ نہیں چھوڑتے جس سے کوئی جھانک سکے، اسی طرح ایک سمجھ دار، صاحبِ عقل خاتون اپنے کردار میں ایسی کمزوری نہیں چھوڑتی کہ کوئی اس کی شخصیت میں جھانک کر عیب نکالے۔ ◉ ایسے کاموں سے بچیں جن کا نہ دنیا میں فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: بندے کے اسلام کی خوبصورتی میں سے ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔[4] اور اس میں شک نہیں کہ بے فائدہ کاموں میں دیگر فضولیات کے علاوہ سوشل میڈیا کی فضول مصروفیت، موبائل کا بے مقصد استعمال، اور غیر ضروری بات چیت بھی شامل ہے۔ خواتین کا اپنی سہیلیوں، رشتہ دار و دیگر متعلقہ خواتین کے ساتھ گھنٹوں گھنٹوں غیر ضروری کالز میں لگے رہنا وقت، توانائی، کردار اور وقار، سب کو ضائع کرتا ہے۔

◉ غیبت، چغلی، فحاشی، لالچ اور نفرت سے دور رہیں کہ یہ چیزیں بھی انسانی وقار کی قاتل ہیں۔

یہ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں ذکر کی گئی ہیں جن کا لحاظ رکھیں تو آپ کی شخصیت نکھرنے لگے گی، آپ کا معیار بلند ہوتا چلا جائے گا۔ پھر جب آپ اپنی ذات کی اصلاح پر توجہ دیں گی تو نہ آپ کو دوسروں کی عیب جوئی کا وقت ملے گا، نہ ہی بے جا تنقید کا رجحان باقی رہے گا اور یہ دونوں باتیں بھی انسان کے وقار کو مجروح کرنے میں بہت عمل دخل رکھتی ہیں۔

"اپنا وقار بنائیے" دراصل ایک جامع اور بصیرت افروز پیغام ہے، جو ہمیں دینِ اسلام کی روشنی میں خودداری، عزتِ نفس، وقار اور کردار کی پختگی سکھاتا ہے۔

اللہ پاک ہمیں عمدہ اخلاق سے مالا مال فرمائے بلکہ اخلاقِ نبوی کا صدقہ ہمیں عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(1) پ 26، الحجرات: 13 (2) مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: 13، ص 1156 - جلالین، الحجرات، تحت الآیۃ: 13، ص 428 ملتقطاً (3) مسلم، ص 1071، حدیث: 6592 (4) ترمذی، 4/142، حدیث: 2324۔

بُری عادتیں (قسط 14)

محترمہ ام ہالہ (بنتِ افضل) عطاریہ مدنیہ
لاہور

دینی تعلیم کو ادھورا چھوڑ جانے کی وجوہات ذکر کئے جانے کا سلسلہ جاری ہے، ذیل میں بیان کردہ بُری عادت بھی ایسی ہی ہے جو علمِ دین کی برکتوں کے حصول میں رکاوٹ کا باعث ہے۔

خود کو افضل و لائق سمجھنا

باطنی گناہوں میں سے ایک تباہ کن مرض تکبر بھی ہے۔ جس کا مطلب ہے: خود کو افضل اور دوسروں کو گھٹیا سمجھنا۔ چنانچہ اللہ پاک کے آخری نبی، رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔(1)

تکبر بندے کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ بعض اوقات تو تکبر کرنے والا اللہ پاک کے مقابلے میں بھی آجاتا ہے۔ فرعون، قارون، ہامان اور شداد جیسوں سے تکبر نے ہی خدائی کا دعویٰ کروایا تھا۔

تکبر کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک سبب کثرتِ علم بھی ہے کہ جب انسان اس خاص وصف اور کمال کو پالیتا ہے تو اس کے دل میں اس سے متعلق خوشی اور خود کو باعزت سمجھنے کا ایک خوش گوار احساس پیدا ہوتا ہے جو کہ ایک فطری جذبہ ہے لیکن کبھی کبھار یہ خیال اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ انسان خود کو دوسروں سے افضل و برتر اور دوسروں کو گھٹیا تصور کرتا ہے۔ چونکہ علمِ دین سیکھنا بہت فضیلت والا عمل ہے، اس لئے شیطان بعض اوقات دینی اسٹوڈنٹس کو تکبر میں ڈال دیتا ہے جو کہ بہت بڑی آفت ہے بلکہ ایک روایت میں تکبر کو علم کی آفت قرار دیا گیا ہے۔(2)

علم اللہ کریم کی بہت بڑی نعمت ہے، اسی علم کی برکت سے انسان کو اپنی اور اپنے رب کی پہچان نصیب ہوتی ہے، لیکن اگر علم سے بڑائی اور تکبّر پیدا ہو تو یہ علم وبال کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس تکبر کا علاج یہ ہے کہ انسان شیطان کے انجام کو یاد رکھے کیوں کہ شیطان نے تکبّر کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام سے خود کو افضل قرار دیا تھا تو ہمیشہ کے لئے بارگاہِ خداوندی سے دھتکار دیا گیا۔ لہٰذا تکبر کا شکار دینی اسٹوڈنٹس کو ابلیس کے انجام سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ وہ فرشتوں کا استاد ہونے کے باوجود تکبر کے سبب بارگاہِ الٰہی سے دھتکار دیا گیا اور اس کے تکبر اور احساسِ برتری نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ لہٰذا خود کو اللہ پاک کی خفیہ تدبیر سے ڈرایا کریں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارا انجام کیا ہو گا! کہیں ایسا نہ ہو کہ جس علم سے پہچانِ الٰہی اور خوفِ خداوندی حاصل کرنا تھا وہی علم آخرت میں ذلت و رسوائی کا سبب بن جائے۔

بعض دینی اسٹوڈنٹس بھی دورانِ طالبِ علمی تکبر کی آفت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ تکبر ایک باطنی مرض ہے لیکن اس کا اظہار ظاہری اعمال سے ہوتا ہے۔ متکبر اسٹوڈنٹس اپنی انانیت کی وجہ سے اپنی غلطی تسلیم نہیں کرپاتے، بلکہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں جو کہ بہت گھٹیا حرکت اور اللہ پاک کو ناراض کرنے والا کام ہے۔ ایسے اسٹوڈنٹس اپنے ٹیچرز کے سامنے بھی اکڑتے اور بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہیں، ٹیچرز کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے اور کلاس فیلوز کو بھی تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں۔ بعض اسٹوڈنٹس ذہانت پر یا اپنے اچھے نمبرز اور گریڈز کی بنیاد پر

دوسروں کو کمتر سمجھنے لگتے ہیں اور یہ جتاتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ قابل و ذہین ہیں۔ متکبر اسٹوڈنٹس ٹیچرز کی نصیحت اور رہنمائی کو نظر انداز کر دیتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کسی سے سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض اوقات جو اسٹوڈنٹس کسی مضمون میں بہتر ہوں، وہ کمزور یا پیچھے رہ جانے والے کلاس فیلوز کا مذاق اڑاتے یا ان پر تنقید کرتے ہیں۔ پیٹھ پیچھے باتیں کرتے اور انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کچھ بد نصیب اسٹوڈنٹس اپنی دولت، لباس یا گھر کی شان و شوکت کو بنیاد بنا کر خود کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھنے لگتے ہیں۔

ٹیچرز یا کوئی سینئر اسٹوڈنٹ کوئی بہتری کی بات کرے تو کچھ اسٹوڈنٹس سختی سے اسے رد کر دیتے ہیں، یہ بھی تکبر کی علامت ہے۔ جب غلطی واضح ہو تب بھی ایسے اسٹوڈنٹس اسے مانتے نہیں بلکہ الٹا دوسروں کو الزام دیتے ہیں۔

بعض اسٹوڈنٹس اپنی ذہانت، صلاحیتوں اور قابلیت کا ایسے اظہار کرتے ہیں جس کا مقصد دوسروں کو نیچا دکھانا ہوتا ہے نہ کہ علم کا فائدہ پہنچانا۔ ایسے اسٹوڈنٹس اساتذہ کی نظروں میں گر جاتے ہیں اور اپنے کلاس فیلوز کی نظروں میں بھی ایسوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ جبکہ علمِ دین تو عاجزی سکھاتا، غرور و تکبر سے دور رہنے کا درس دیتا اور ظاہر و باطن کی اصلاح کی سوچ فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا عاجزی و تواضع طلبہ و طالباتِ علمِ دین کا زیور ہونا چاہیے، نہ کہ تکبر۔

جو رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر مسلمانوں کے لئے نرم ہو جائے، ان کے سامنے عاجزی سے پیش آئے تو اللہ کریم لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت پیدا فرما دیتا ہے، اسے بڑی بلندی بخشتا ہے اور اس کو لوگوں کے لئے مفید بنا دیتا ہے۔

جن اسٹوڈنٹس کے دماغ پر برتری کا احساس غالب آنے لگتا ہے تو وہ اپنے ٹیچرز کو بھی معاذ اللہ اپنے سے کمتر سمجھنے لگتے ہیں جس کا اظہار ان کے نازیبا الفاظ و حرکات سے ہوتا ہے، اس گھٹیا ترین عمل کے نتیجے میں وہ علمِ دین سے ہی محروم رہ جاتے ہیں اور ان کا تکبر انہیں لے ڈوبتا ہے۔ نیز جو اسٹوڈنٹس اکڑتے اور شیخیاں مارتے ہیں وہ دوسروں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ علمِ دین سیکھنے کے تسلسل کو بھی باقی نہیں رکھ سکتے۔ تمام دینی طلبہ و طالبات کو چاہیے کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں اپنی بے بسی و بے کسی کو ہمیشہ یاد رکھیں اور عاجزی اپنائیں۔ اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں اور دوسروں کی خوبیوں کو تسلیم کریں، اس سے تکبر قریب نہیں آئے گا۔ اپنے رہن سہن، لباس اور اندازِ گفتگو کو سادہ رکھیں کہ اس سے برتری کا احساس نہیں ہوگا۔ تکبر سے حفاظت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اس دعا کو معمول کی دعاؤں میں شامل کرلیں، اس کی برکت سے تکبر سے حفاظت ہوگی: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی فِی نَفْسِی صَغِیْرًا وَّ فِی اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا[3] الٰہی! مجھے میری نگاہ میں چھوٹا اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا دے۔[4]

دینی اسٹوڈنٹس کو چاہیے کہ وہ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کا عطا کردہ نیک بننے کا آسان نسخہ "نیک اعمال" کے رسالے کے مطابق اپنے شب و روز گزارنے کا معمول بنالیں۔ چنانچہ طالبات کے 83 نیک اعمال کے رسالے کے نیک عمل نمبر 58 میں ہے: **کسی مضمون میں آپ کی معلومات زیادہ ہونے کی صورت میں ہوسکتا ہے کم معلومات والی آپ کو حقیر لگے، اس طرح کا وسوسہ آنے کی صورت میں کیا آج آپ نے خود کو اللہ پاک کی بے نیازی سے ڈرایا؟**

اس نیک عمل پر عمل کی برکت سے خود پسندی اور تکبر سے بچنے میں کامیابی حاصل ہوگی۔ لہٰذا علم و عمل سے خود کو آراستہ کرنے کے لئے نیک اعمال کے رسالے کو روزانہ غور و فکر کرکے پُر کرنے کا معمول بنالیجئے۔ اللہ کریم ہمیں ہر قسم کے ظاہری و باطنی گناہوں بالخصوص تکبر سے محفوظ فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) مسلم، ص61، حدیث:265 (2) احیاء العلوم، 3/426 (3) مرقاۃ المفاتیح، 8/843، تحت الحدیث:5119 (4) مراٰۃ المناجیح، 6/666

دار الافتاء اہلِ سنّت، جوہر ٹاؤن لاہور

دَارُالْاِفْتَاء اَھْلِسُنَّت

مفتی فضیل رضا عطاری ✽ دار الافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

دارُالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے پانچ منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔

1 ولی نابالغ کو ہبہ کرے تو وہ قبضہ کے بغیر مالک ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس کچھ سونا موجود ہے، میں نے اپنے بچوں کی امی سے کہا تھا کہ یہ سونا ہماری فلاں بچی کے لیے ہے، لیکن اس کے قبضے میں نہیں دیا، ابھی تک وہ میرے پاس ہی ہے اور وہ بچی بھی ابھی تک نابالغ ہی ہے۔ آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ وہ سونا بچی کی مِلک ہو گیا یا نہیں؟ اب میری بڑی بیٹی کی شادی ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سونا اس کو دے دوں، تو کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں وہ سونا بچی کی مِلک ہو گیا اور اب اس کی مالک وہ بچی ہی ہے، لہٰذا اب نہ آپ کسی کو وہ سونا دے سکتے ہیں اور نہ ہی وہ نابالغ بچی خود کسی کو ہبہ کر سکتی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے جو الفاظ کہے کہ **"یہ سونا ہماری فلاں بچی کے لئے ہے"** یہ ہبہ کے الفاظ ہیں اور جب ولی (مثلاً باپ وغیرہ) نابالغ بچے کو کوئی چیز ہبہ کرے اور وہ چیز ولی ہی کے قبضہ میں ہو، تو محض ایجاب کرنے سے ہبہ تام ہو جاتا ہے اور وہ چیز بچے کی ملک ہو جاتی ہے، کیونکہ اس صورت میں ولی کا قبضہ نابالغ کی طرف سے بطورِ نیابت ہوتا ہے، جو شرعاً بچے کا ہی قبضہ شمار کیا جاتا ہے۔ اور قانون شرعی ہے کہ جب کوئی چیز نابالغ کی ملک ہو جائے تو اسے ہبہ کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہوتا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 کیا نابالغ پر سجدۂ تلاوت لازم ہوتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ بچہ اگر آیت سجدہ پڑھ یا سن لے، تو کیا اس پر سجدہ تلاوت لازم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانینِ شرعیہ کے مطابق آیت سجدہ پڑھنے یا سننے والا جب بطور ادا یا قضا نماز کے لازم ہونے کا اہل ہو، تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے اور اگر وہ نماز لازم ہونے کا اہل نہ ہو تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ اس کے مطابق چونکہ نابالغ بچہ نماز کے لازم ہونے کا اہل نہیں ہوتا، لہٰذا اگر یہ آیت سجدہ پڑھ یا سن لے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہو گا، البتہ نابالغ سے اگر کسی عاقل بالغ نماز کے اہل شخص نے آیت سجدہ سنی، تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہو گا۔

یاد رہے کہ نابالغوں پر آیت سجدہ تلاوت کرنے یا سننے سے اگرچہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا، لیکن پھر بھی انہیں سجدہ تلاوت کرنے کا ذہن دیا جائے تاکہ ان کی عادت بنے اور یہ بڑے ہو کر سجدۂ تلاوت کیا کریں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 وطنِ اصلی سے مستقل منتقلی پر نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنے آبائی شہر ملتان سے اپنے اہل و عیال سمیت لاہور شفٹ ہو گیا ہوں اور اب یہیں مستقل رہنے کی نیت

کرلی ہے، کہیں اور جانے کی نیت نہیں، البتہ ملتان میں میری کچھ زمینیں اور گھر ہے، اس لیے کبھی کبھار ملتان آنا جانا ہوگا۔ تو کیا ملتان اب بھی میرا وطنِ اصلی ہے یا نہیں؟ اور جب میں لاہور سے ملتان پندرہ دن سے کم رہنے کے ارادے سے جاؤں گا تو نماز قصر پڑھوں گا یا پوری پڑھوں گا؟

نوٹ: سائل نے وضاحت کی کہ ملتان کو چھوڑنے کے عزم و ارادہ سے لاہور منتقل ہوا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب ایک جگہ آدمی کا وطنِ اصلی ہو اور وہ اسے ترک کرنے کے عزم و ارادہ سے اپنے اہل و عیال سمیت کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائے اور وہاں مستقل رہنے کی نیت کرلے، تو پہلی جگہ اس کے لیے وطنِ اصلی نہیں رہتی اگرچہ وہاں اس کی زمینیں اور گھر موجود ہو۔ پوچھی گئی صورت میں چونکہ آپ بھی اپنے اہل و عیال سمیت ملتان کو چھوڑنے کے عزم و ارادہ سے مستقل طور پر لاہور منتقل ہوگئے ہیں، لہٰذا ملتان میں چاہے آپ کی زمینیں اور گھر موجود ہے تب بھی وہ آپ کا وطنِ اصلی نہ رہا اور جب آپ پندرہ دن سے کم رہنے کے ارادے سے ملتان جائیں گے تو نماز قصر پڑھیں گے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

4 مالِ حرام سید کو بطورِ صدقہ دینا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سود کی رقم کے متعلق حکم ہے کہ یا تو دینے والے کو واپس کریں یا فقیرِ شرعی پر صدقہ کریں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا سید کو بطورِ صدقہ دیا جاسکتا ہے جبکہ وہ فقیرِ شرعی ہو؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سود کی رقم سید سمیت تمام بنو ہاشم (یعنی حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس و حضرت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد، اور ان کے موالی یعنی آزاد کردہ غلام) کو نہیں دے سکتے، ناجائز ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ یہ واجب صدقہ ہے اور فقہاءِ کرام نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ بنو ہاشم کو، زکوٰۃ، عشر، کفارہ وغیرہ کوئی بھی واجب صدقہ نہیں دیا جاسکتا، صرف نفلی صدقہ دے سکتے ہیں۔

ثانیاً اس لئے کہ زکوٰۃ وغیرہ صدقاتِ واجبہ بنو ہاشم کو نہ دینے کی جو علت بیان ہوئی، وہ علت سود کی رقم دینے میں بھی متحقق ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ و صدقاتِ واجبہ کی ادائیگی سے بندہ اپنے آپ کو پاکیزہ و ستھرا کرتا ہے، جس کے سبب صدقہ کے طور پر دیا جانے والا مال، گندا و میلا ہو جاتا ہے اور بنو ہاشم کی شان کے لائق نہیں ہوتا کہ ان کو یہ گندا و میلا مال دیا جائے۔ اس اعتبار سے سود کی رقم کا جائزہ لیں تو یہ علت بدرجہ اتم اس میں موجود ہوتی ہے کہ سود لینے کی وجہ سے بندہ گناہ گار ہوتا ہے اور سود میں لیا گیا مال، صرف میلا نہیں بلکہ مالِ خبیث کہلاتا ہے۔ گناہ سے پاک ہونے کے لیے بندہ پر لازم ہوتا ہے کہ توبہ کے ساتھ اس خبیث مال سے جان چھڑائے اور دینے والے کو واپس کرے یا فقراء پر صدقہ کرے، یوں درحقیقت یہاں بھی جو صدقہ کیا جاتا ہے، وہ اپنی پاکی، دفعِ خبث اور گناہ مٹانے کے لئے ہوتا ہے تو جب صرف میلا و گندا مال بنو ہاشم کی شان کے لائق نہیں، تو اس سے کئی گنا زائد گندا و میلا و خبیث مال بدرجہ اولیٰ ان کی شان کے لائق نہیں ہوگا، لہٰذا زکوٰۃ و عشر وغیرہ صدقاتِ واجبہ کی طرح سود کی رقم بھی بنو ہاشم کو نہیں دی جاسکتی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

5 اگر جمعہ کی سنت قبلیہ چھوٹ جائیں تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعے کی سنت قبلیہ اگر کسی وجہ سے رہ جائیں تو کیا ان کو جمعہ کے فرضوں کے بعد ادا کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جمعہ کی سنتِ قبلیہ اگر رہ جائیں تو جمعہ کے فرضوں کے بعد وقت کے اندر اندر ان سنتوں کو ادا کر سکتے ہیں، اور افضل یہ ہے کہ جمعہ کی سنتِ بعدیہ پڑھنے کے بعد، ان سنتوں کو ادا کرے، البتہ ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد ان سنتوں کی قضا نہیں، نیز یہ یاد رہے کہ ظہر اور جمعہ کی سنتِ قبلیہ کو فرضوں سے پہلے پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے، بلا عذرِ شرعی اس کو فرضوں کے بعد ادا کرنا برا ہے، اور اس کی عادت بنالینا گناہ ہے، لہٰذا بلا وجہ شرعی ان سنتوں کو فرضوں کے بعد تک مؤخر نہ کیا جائے، بلکہ فرضوں سے پہلے ہی ادا کیا جائے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی فضیل رضا عطاری* * دار الافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

1 شوہر یا محرم مرد کے بغیر عورت کا سفرِ عمرہ کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ دو خواتین ہیں جو آپس میں بہنیں ہیں اور دونوں بیوہ ہیں، یہ دونوں عمرے پر جانا چاہ رہی ہیں، ان دونوں کی عمریں 54 اور 55 سال ہیں، ان کے ساتھ ان کا کوئی بیٹا، بھائی یا کوئی اور محرم مرد نہیں جا رہا، تو سوال یہ ہے کہ ان خواتین کا اس طرح تنہا عمرے پر جانا جائز ہے یا نہیں، جبکہ وہ پاکستان میں رہتی ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

شریعت مطہرہ میں کسی بھی عورت کے لئے شوہر یا محرم کے بغیر شرعی مسافت (یعنی 92 کلو میٹر یا اس سے زائد کی مسافت) کا سفر کرنا ناجائز و حرام ہے، خواہ وہ سفر حج و عمرہ کی غرض سے ہو یا کسی اور مقصد کے لیے ہو، خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی ہو۔ لہٰذا پوچھی گئی صورت میں وہ دونوں خواتین بغیر کسی محرم مرد کے عمرے کے لیے تنہا سفر نہیں کر سکتیں، اگر جائیں گی تو گنہگار ہوں گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 ماں کا اپنی نابالغہ اولاد کے مال میں تصرف کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نابالغہ بچی کی مِلک میں کچھ سونا ہے، اس کی والدہ چاہتی ہے کہ یہ سونا اپنی بڑی بیٹی کو اس کی شادی میں دے دے اور بعد میں اسی وزن کا سونا بنوا کر نابالغہ بیٹی کو واپس کر دے، کیا وہ اس طرح کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں ماں کا اپنی نابالغہ بچی کا سونا دوسری بیٹی کو دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ قرض کی صورت ہے جو کہ بچی کے حق میں ضررِ محض ہے اور قوانین شرعیہ کے مطابق جس تصرف سے نابالغ کو ضرر محض ہو، ایسا تصرف اس کا ولی جیسے باپ وغیرہ بھی نہیں کر سکتا، تو ماں کو بدرجہ اولیٰ اس کی اجازت نہیں ہو گی کہ مالی تصرف میں ماں کے لیے اپنی نابالغ اولاد پر بالکل ہی ولایت نہیں ہے۔

یاد رہے کہ اگر باپ محتاج اور فقیر ہو، اور فقر کی وجہ سے اسے مال کی ضرروت ہو تو ایسی صورت میں وہ نابالغ اولاد کا مال بلا معاوضہ بھی لے سکتا ہے اور اگر فقر و محتاجی نہ ہو، بلکہ اور کوئی ایسی ضرورت ہو جس کے لیے اپنے پاس رقم نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ نابالغ اولاد کا مال صرف بطورِ قرض لے سکتا ہے، بلا معاوضہ نہیں لے سکتا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

میت کی رسومات (قسط 4)

محترمہ بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز E.1 جوہر ٹاؤن لاہور

میت کی رسومات کا ذکر جاری ہے، مزید رسومات یہ ہیں:

نوحہ اور نُدبہ کرنا

نوحہ یعنی میّت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو بین کہتے ہیں بالاجماع حرام ہے۔ یوہیں واویلا کرنا، وامصیبتا (ہائے مصیبت) کہہ کے چلّانا، گریبان پھاڑنا، منہ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کوٹنا، ران پر ہاتھ مارنا یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام (ہیں۔)[1] لہٰذا ان سب باتوں سے اجتناب کیا جائے۔

اسی طرح میت کے محاسن شمار کرنا، روتے ہوئے آواز کو بلند کرنے میں حد سے تجاوز کرنا نُدبہ کہلاتا ہے یہ بھی حرام ہے۔[2] احادیث سے ثابت ہے کہ میت کے محاسن وصفات کو مبالغے کے ساتھ بیان کرنے پر اس کی پوچھ گچھ ہوتی ہے، چنانچہ

مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! جب مجھ پر غشی طاری ہوئی اور عورتیں چلا چلا کر کہنے لگیں: ہائے میرے سردار، ہائے میرے پہاڑ! تو ایک فرشتہ کھڑا ہوا اس کے پاس ایک لوہے کی سلاخ تھی اس نے اسے میرے قدموں میں رکھ کر پوچھا: کیا تم ایسے ہی ہو جیسا یہ کہہ رہی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں! اگر میں ہاں کہہ دیتا تو وہ مجھے اس سے مارتا۔[3] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا، آپ نے اپنی بہن سے ارشاد فرمایا: تم جب بھی ہائے فلاں کہتی تو فرشتہ سختی سے جھڑک کر پوچھتا: کیا تم ایسے ہی ہو؟ تو میں کہتا: نہیں۔[4]

الغرض کسی کی وفات پر اللہ پاک کی رضا پر راضی رہتے ہوئے ہر خلافِ شرع کام بالخصوص نوحہ، واویلا اور بے صبری کی باتوں سے خود بھی بچیے اور دوسروں کو بھی بچایئے کہ یہ کام اللہ پاک کی ناراضی اور قضائے الٰہی سے راضی نہ ہونے کو ظاہر کرتے اور مصیبت پر ملنے والے اجر کو ضائع کرنے کا سبب ہیں، لہٰذا صبر اور میت کی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے اور اپنا یہ ذہن بنانا چاہیے کہ پوری کائنات اللہ پاک کی ملک ہے وہ جو کچھ بھی لیتا ہے وہ ہمارے پاس عاریتاً ہوتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ بھی اسی کا ہے، کیونکہ ہمیں دینے سے وہ اس کی ملک سے خارج نہیں ہوتا، لہٰذا وہ جو چاہے کرے۔ جو اس بات پر یقین کر لے یہ اسے صبر و اجر کی امید کی طرف لے جائے گی۔

غسلِ میت کی رسومات

کسی کی یقینی وفات کے بعد اس کے غسل اور کفن و دفن کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ میت کو نہلانا فرضِ کفایہ ہے۔[5] اس کی اصل فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دینا اور اُن کے بیٹے سے یہ کہنا ہے: یہ تمہارے مُردوں کا طریقہ ہے۔[6] میت کو غسل دینے کے حوالے سے بہت سی صحیح و غلط باتیں عوام میں رائج ہیں، چند باتیں ملاحظہ فرمایئے:

میت کو غسل کون دے؟

میت کو غسل دینا بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اور احادیثِ مبارکہ میں اس کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں، جیسا کہ ایک

روایت میں ہے: جس نے کسی میت کو غسل دیا وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جائے گا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔[7] بہتر یہ ہے کہ مرحومہ کے قریبی رشتہ دار مثلاً ماں، بیٹی، بہن، بہو وغیرہ اگر ہوں تو وہ خود غسل دیں یا غسل میں شریک ہوں، کیونکہ گھر والے نرمی سے غسل دیں گے۔

اگر کوئی قریبی رشتہ دار غسلِ میت کے لئے نہ ہو یا ہمت نہ بنتی ہو یا طریقہ معلوم نہ ہو تو کوئی امانت دار اسلامی بہن غسل دے، جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میّت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو، وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور جو شخص امانت دار و پرہیز گار ہو۔[8] بعض خوش نصیب دینی گھرانوں میں باقاعدہ تربیت یافتہ غسل و کفن کے طریقے کا علم رکھنے والی اسلامی بہنیں مخصوص ہوتی ہیں جو خاندان میں فوت ہونے والی خواتین کو غسلِ میت دیتی ہیں۔

بعض بار غسلِ میت کے لئے کسی ادارے، سینٹر وغیرہ سے رابطہ کیا جاتا ہے یا پھر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کے ہاں جس نے غسل دیا تھا اسی کو بلا لیا جائے، اس پر کچھ خاص توجہ نہیں دی جاتی کہ غسل دینے والی کون ہے، امانت دار بھی ہے یا نہیں، کیونکہ میت کو غسل دینے والی کے لئے اس بات کی خصوصی تاکید ہے کہ دورانِ غسل ظاہر ہونے والے میت کے عیوب اور برائیوں کو امانت کی طرح چھپا کر رکھے، کسی پر ظاہر نہ کرے، اگر وہ امانت دار نہ ہوئی تو میت کے عیوب کا چرچا کرے گی، لہٰذا غسل دینے والی کا امانت دار ہونا بہت ضروری ہے، مگر ان باتوں کا خیال نہیں کیا جاتا بس اجرت طے کر کے کسی کو بھی بلا لیا جاتا ہے اور ایسی خواتین بھی اجرت کے لئے غسل دینے آجاتی ہیں، چاہے انہیں غسلِ میت کا سنت طریقہ معلوم ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ

غسلِ میت کی اجرت کے حوالے سے مسئلہ یہ ہے کہ میت کو بغیر کسی اجرت کے غسل دینا افضل و بہتر ہے۔ البتہ غسلِ میت پر اجرت لینے کے حوالے سے دو صورتیں ہیں: (1) اگر اس کے علاوہ کوئی اور بھی اس قابل ہو جو غسل دے سکے تو اجرت لینا جائز ہے۔ (2) اگر اس کے علاوہ کوئی اور اس قابل نہ ہو، صرف یہی غسل دے سکتی ہو تو اجرت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں اسی پر غسل دینا واجب ہے اور واجب پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔[9]

بعض عورتوں کے غسل دینے یا میت کے قریب جانے کو برا سمجھا جاتا ہے، مثلاً بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ کنواری لڑکی میت کو غسل نہ دے، اگر دے گی تو اس کے لئے اچھا نہ ہو گا، بلکہ اسے میت کے قریب بھی آنے نہیں دیا جاتا، یہ بات غلط ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔[10] ایسے ہی بعض علاقوں میں حاملہ (Pregnant) کو بھی میت کے پاس نہیں جانے دیا جاتا اور گمان کیا جاتا ہے کہ اگر حاملہ عورت میت کے قریب آئے تو اس پر یا اس کے پیدا ہونے والے بچے پر اس میت کا سایہ ہو سکتا ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ملتی۔ یہ عوامی غلط فہمی ہے، لہٰذا حاملہ عورت نہ صرف یہ کہ میت کے قریب جا سکتی ہے بلکہ اسے غسل بھی دے سکتی ہے۔[11]

بیری کے پتوں سے غسلِ میت

غسلِ میت کے لئے بیری کے پتے پانی میں جوش دے کر اسے استعمال کیا جاتا ہے، اسے استعمال کرنے کے کثیر فوائد مذکور ہیں کہ اس سے میل خوب کٹتا ہے، جوئیں وغیرہ صاف ہوتی ہیں اور اس سے میت کا بدن جلد بگڑتا نہیں۔ تین بار غسل دینا سنت ہے، سات بار تک جائز اور بلا وجہ اس سے زیادہ مکروہ۔ بیری کا استعمال پہلی بار میں سنت ہے، باقی میں جائز۔[12]

---

(1) بہار شریعت، 1/854، 455، حصہ:4 (2) زواجر، 1/350 (3) ترغیب و ترہیب، 4/183، حدیث:3 (4) معجم کبیر، 20/35 حدیث:50 (5) بہار شریعت، 1/810، حصہ:4 (6) در مختار، 3/109 (7) معجم اوسط، 6/429، حدیث:9292 (8) بہار شریعت، 1/811، حصہ:4 (9) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: Mul-594 (10) تجہیز و تکفین کا طریقہ، ص95 (11) تجہیز و تکفین کا طریقہ، ص94 ماخوذاً (12) مراۃ المناجیح، 2/461

یتیموں پر شفقت

اُمِّ انس عطاریہ
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

باپ گھر کی چھت کی طرح ہوتا ہے کہ جیسے چھت زمانہ کی ٹھنڈی و گرم ہواؤں سے حفاظت کرتی ہے ایسے ہی باپ بھی زمانے کے درد و دکھ اپنے سینے میں سمیٹ کر اپنے بچوں کو سکون اور ٹھنڈک فراہم کرتا ہے، بلاشبہ ایسے شفیق و مہربان باپ کا دنیا سے چلے جانا بچوں کے لئے کسی قیامت سے کم نہیں ہوتا، وہ آسمان سے سیدھا زمین پر آگرتے ہیں، ان کے لئے دنیا تاریک ہو جاتی ہے، ایسے میں کوئی انہیں سہارا دے، ان کی خواہشات و ضروریات پوری کرے اور سینے سے لگائے تو ان کے غم کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جاتا ہے اسی لئے ہمارے دین اسلام نے یتیموں پر شفقت اور ان سے حُسنِ سلوک کا حکم دیا ہے اور اس پر بڑے خوبصورت انعام و اکرام کی خوشخبری سنائی گئی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو یتیم کے سر پر صرف اللہ ہی کی رضا کے لئے ہاتھ پھیرے تو ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ گزرے گا اس کو بہت سی نیکیاں ملیں گی اور جو کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ میں اور وہ اس طرح جنت میں رہیں گے۔[1]

یاد رہے! بچہ یا بچی اس وقت تک یتیم رہتے ہیں جب تک بالغ نہ ہوں، جوں ہی بالغ ہوئے یتیم نہ رہے۔[2] حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انسان کا وہ بچہ یتیم ہے جس کا باپ فوت ہو گیا ہو، جانور کا وہ بچہ یتیم ہے جس کی ماں مر جائے، موتی وہ یتیم ہے جو سیپ میں اکیلا ہو اسے دُرِّ یتیم کہتے ہیں، بڑا قیمتی ہوتا ہے۔[3]

یتیموں کے ساتھ شفقت بھرا سلوک کرنا، ان کی خبر گیری کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے، جو لوگ یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں ان کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ جو مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے تو اللہ پاک اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا بشرطیکہ وہ کوئی ایسا گناہ نہ کرے جس کے سبب اس کی بخشش نہ ہو (یعنی کفر و شرک نہ کرے۔)[4] اور ایک روایت میں ہے: مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر وہ گھر ہے جس میں کوئی یتیم رہتا ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بدتر وہ گھر ہے جس میں کوئی یتیم رہتا ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔[5]

جن کے گھروں میں یتیم ہیں وہ خوب غور کریں کہ وہاں یتیم بچوں کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے، صرف یتیم رشتہ دار پر ہی نہیں بلکہ مطلقاً ہر یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر اجر و ثواب ملنے کی امید ہے۔

یتیم کے ساتھ معاشرتی سلوک یتیم ہونا کوئی عیب نہیں، اگر یتیم ہونا عیب ہوتا تو اللہ پاک اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو یتیم نہ فرماتا۔ مگر افسوس! ہمارے معاشرے میں یتیم کے ساتھ بہت ہی ناروا سلوک رکھا جاتا ہے، وہ باپ کی شفقتوں سے محروم ہو کر زمانے کی ٹھوکروں پر آجاتا ہے۔ بلکہ یتیم پر ظلم کرنے میں غیروں سے زیادہ سگے رشتہ دار پیش پیش ہوتے ہیں، ہم اپنے آس پاس اس کی مثالیں دیکھتی ہی ہیں کہ کبھی والد کے انتقال کے بعد بچے اپنے چچا تایا کے زیرِ کفالت آجاتے ہیں، تو

اکثر چچی تائی کی جھڑکیاں اور بے جاڈانٹ ڈپٹ کا شکار رہتے ہیں، یہاں تک کہ کھانے، پینے اور پہننے ہر چیز میں ان کا دل دکھایا جاتا ہے، انہیں بوجھ سمجھا جاتا ہے، دل سے ان کو اپنایا نہیں جاتا، اپنے بچوں کے بچے ہوئے کھانے اور پہنے ہوئے کپڑے ہی ان کو دیئے جاتے ہیں، عموماً یہ سلوک بچوں کے چچا تایا کی غیر موجودگی میں کیا جاتا ہے اور کبھی چچا تایا بھی اس بدسلوکی میں شریک ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر نند بیوہ ہو جائے اور وہ اپنے ننھے یتیم بچوں کے ساتھ بھائی کے گھر آجائے تو بھی اکثر بھابھیوں کا موڈ خراب ہو جاتا ہے۔ اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ باپ کا ورثے میں چھوڑا ہوا مال چچا تایا ہڑپ کر لیتے ہیں اور اس میں بھی اہم کردار انہی خواتین کا ہوتا ہے جو اپنے شوہر کا مال تو ان یتیموں پر خرچ کرنا ناگوار جانتی ہیں مگر ان کا مال بڑی مکاری اور ڈھٹائی کے ساتھ ہڑپ کر جاتی ہیں، یہ سب علمِ دین کی کمی کا نتیجہ ہے۔ آیات و احادیث میں جہاں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر خوشخبری موجود ہے وہیں یتیم سے بدسلوکی کی ممانعت اور سخت وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے: فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْؕ(۹) (پ30، الضحیٰ:9) ترجمہ: تو کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ کرو۔ اور جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں ان کے متعلق فرمایا گیا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ-وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠(۱۰) (پ4، النسآء:10) ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

یتیم کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟ یتیم پروری کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ذرا تصور کیجیے کہ اگر میری اولاد یتیم ہو جائے تو میں کیا چاہوں گی کہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟ بس ویسا ہی سلوک دوسرے یتیموں سے کیجئے، ان کو اپنے بچوں کے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایئے، اپنے بچوں جیسے کپڑے ان کے لئے خرید لایئے، جیسے اپنے بچوں سے مسکرا کر بات کرتی ہیں ایسے ہی ان سے بھی مسکرا کر بات کیجئے، ان کے سر پر ہاتھ پھیریئے، گالوں پر تھپکی دیجئے، ان کی اچھی بات پر شاباشی دیجئے اور ان کی غلط بات پر نہایت اچھے طریقے سے ان کو سمجھانے کی کوشش کیجئے، جو تحفے اپنے بچوں کے لئے لاتی ہیں ان کے لئے بھی لے آیئے، یقین مانیے! تحفہ ملنے پر آپ کے اپنے بچوں کو وہ خوشی نہیں ہو گی جو ان یتیم بچوں کو ہو گی۔

حضور کی یتیموں پر شفقت ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، آپ کی رحمت سارے جہان کے لئے عام ہے، آپ یتیموں کے بھی والی ہیں، اسی رحمت کی جھلک ملاحظہ فرمایئے کہ جنگ اُحد کے دن واپسی پر حضور سے ایک چھوٹے بچے نے پوچھا: میرے والد کا کیا ہوا؟ فرمایا: وہ تو شہید ہو گئے، اللہ پاک ان پر رحم فرمائے! بچہ یہ سن کر رونے لگا تو حضور نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے اپنے ساتھ اپنی سواری پر سوار کر لیا، پھر فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہ تمہاری ماں![6]

ہمیں بھی چاہیے کہ یتیم سے اچھا سلوک کریں، اس سے مسکرا کر ٹھنڈے اور میٹھے لہجے میں گفتگو کریں، اگرچہ ہم باپ کی شفقت سے محرومی کی کمی پوری نہیں کر سکتیں، لیکن نیک سلوک کر کے غم ہلکا ضرور کر سکتی ہیں۔

الغرض یتیموں کو اپنے بچوں کی طرح سمجھنے کی کوشش کیجئے، ان سے اچھا سلوک کریں گی تو ان کو خوشی ملنے پر آپ کے دل کو جو راحت ملے گی اور روح کو جو سکون ملے گا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا تجربہ شرط ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو یتیموں، مسکینوں کے ساتھ محبت بھرا برتاؤ کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مسند امام احمد، 36/474، حدیث: 22153 2 ترمذی، 3/368، حدیث: 1924 3 ابنِ ماجہ، 4/193، حدیث: 3679 4 در مختار، 10/416 5 تفسیر نور العرفان، ص121 6 مجمع الزوائد، 8/295، حدیث: 13517

یتیموں سے بدسلوکی

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 39ویں تحریری مقابلے سے منتخب کرکے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں۔)

اُختِ ثناء اللہ (اول پوزیشن)
(درجہ: ثانیہ، فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ)

ہمارے معاشرے میں جہاں بہت سی اخلاقی خرابیاں اور غیر شرعی امور پائے جا رہے ہیں انہی میں سے ایک یتیموں کے ساتھ بدسلوکی بھی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یتیموں کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی تھی ان کا حق ضائع کیا جاتا تھا، ان کو دھکے دیئے جاتے تھے، یہ طریقہ کفار کا ہے نہ کہ مسلمانوں کا۔ قرآنِ کریم میں کفار کے اس طریقے کی نشان دہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَۙ(۲) (پ30، الماعون:2) ترجمہ: پھر وہ ایسا ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اس آیت میں دین کو جھٹلانے والے کا طرزِ عمل ذکر کیا گیا ہے، جبکہ اسلامی تعلیمات اس کے بالکل الٹ ہے، شریعت ہمیں بیواؤں، رشتے داروں اور بالخصوص یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتی ہے اور اس پر بشارتیں بھی سناتی ہے، جیسا کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے: پھر اپنی شہادت والی اور درمیان والی انگلی سے اشارہ فرمایا اور انہیں کچھ کشادہ کیا۔[1]

سبحان اللہ! یتیموں کے ساتھ اچھے سلوک کی کیا ہی بہاریں ہیں۔ اے عاشقاتِ رسول! ذرا حدیثِ پاک میں بیان کردہ ان الفاظ پر غور فرمائیے! یہ کتنے خوبصورت الفاظ ہیں کہ حضور نے یتیموں کی کفالت کرنے والوں کو جنت میں اپنے قریب ہونے کی خوش خبری سے نوازا جا رہا ہے۔

معاشرتی سلوک ہمارے معاشرے میں یتیم کے ساتھ بہت ہی برا سلوک کیا جاتا ہے، خصوصاً ان کی جائیداد کے حوالے سے ان کے ساتھ بڑی ناانصافی کی جاتی ہے، عموماً یتیم بچوں کی ان کے چچا یا تایا وغیرہ کفالت کرتے ہیں، ان میں سے اکثر کی نظر ان کے مال کی طرف ہوتی ہے وہ یتیم بچوں کو اسی لئے رکھتے ہیں کہ کل کو ان کی جائیداد پر قبضہ کرسکیں، ایسے لوگوں کو اللہ پاک سے ڈرنا چاہیے، کیونکہ یتیم کے مال کو قرآنِ کریم میں آگ سے تشبیہ دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ-وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠(۱۰) (پ4، النسآء:10) ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

نقصانات یتیموں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والوں کا دنیا و آخرت میں بہت برا انجام ہوگا، دنیا میں تو سزا یہ ہے کہ ظلم کرنے کی وجہ سے ان کا دل سخت ہو جائے گا اور وہ اس کے سبب ہدایت سے محروم رہ جائیں گے اور آخرت میں انجام کے متعلق روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے معراج کی رات ایسی قوم دیکھی جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایسے لوگ مقرر تھے جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتے، پھر ان کے مونہوں میں پتھر ڈالتے جو ان کے پیچھے سے نکل جاتے، میرے پوچھنے پر جبرائیل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے تھے۔[2] یاد رہے!

یتیم کا مال ناجائز طریقے سے کھانا، استعمال کرنا اور اس میں کمی کرنا حرام ہے۔ اللہ کریم ہمیں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

اُختِ فیصل خان
(درجہ: ثانیہ، جامعۃ المدینہ فیضانِ اُمِّ عطار گلبہار سیالکوٹ)

یتیم کون؟ ہر وہ نابالغ بچہ یا بچی جس کا باپ فوت ہو جائے وہ یتیم ہے۔ جہاں ہمارے معاشرے میں اور کئی برائیاں بڑی بہادری کے ساتھ کی جا رہی ہیں وہیں یتیموں کے ساتھ برا سلوک بھی عام بات سمجھی جا رہی ہے، بہت کم گھر ایسے ہیں جہاں یتیموں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہو، ورنہ تقریباً اکثر گھروں میں یتیموں کے ساتھ برا سلوک کیا جا رہا ہے، ان پر ظلم، تشدد، کام کی زیادتی، یتیم کے سامنے اپنے بچوں سے محبت کر کے انہیں احساسِ کمتری دلانا، اپنے بچوں کی ہر خواہش کو پورا کرنا اور ان کی ضروریاتِ زندگی کی چیزیں بھی انہیں فراہم نہ کرنا اور انہیں طعنے دینا، ان پر احسان جتلانا یہ سب عام ہے۔

یتیم کے مال کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھا جاتا ہے۔ بعض لوگ تو اپنے کسی یتیم رشتے دار کو رکھتے ہی اس لئے ہیں کہ اس کی جائیداد پر قبضہ کیا جا سکے۔ بالغ ہو کر اگر وہ اپنا حق یعنی مال، جائیداد وغیرہ کا مطالبہ کرتا ہے، تو نہیں دیا جاتا، ایسے لوگوں کے متعلق قرآنِ مجید میں ہے: وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ۝ (پ4، النسآء: 2) ترجمہ: اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور پاکیزہ مال کے بدلے گندا مال نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

یاد رکھیے! یتیم کا مال کھانا یا اس میں کمی کرنا گناہ و حرام ہے جو ہمارے معاشرے میں عام ہوتا جا رہا ہے۔ نیز آج کل جہاں یتیم کے مال پر قبضہ کرنا عام ہے وہیں ان پر ان کی طاقت و قوت سے زائد بوجھ ڈالنا بھی عام ہے، ان کی پڑھنے لکھنے کی چھوٹی عمر میں ان سے گھر کے کاموں کے ساتھ باہر کے کاموں کا بھی بوجھ ڈالا جا رہا ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ (پ30، الضحیٰ: 9) ترجمہ: تو کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ کرو۔

اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو یتیموں پر ناحق بوجھ ڈالتے ہیں۔

بہترین و بدترین گھر فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم: مسلمانوں کے گھروں میں سے سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔[3]

ہر ایک کو اس حدیثِ پاک کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے غور کرنا چاہیے کہ کس کا گھر بدترین اور کس کا بہترین ہے۔ اسی طرح کئی روایات میں ہمیں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اچھا سلوک کرنے والوں کو خوشخبری سے نوازا گیا ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: جو یتیم کے سر پر اللہ پاک کی رضا کے لئے ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرا ہر بال کے بدلے اس کے لئے نیکی ہے اور جو یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ بھلائی کرے (دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا) میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔[4]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ثواب تو خالی ہاتھ پھیرنے کا ہے جو اس پر مال خرچ کرے، اس کی خدمت کرے، اسے تعلیم و تربیت دے سوچ لو کہ اس کا ثواب کتنا ہو گا۔[5] اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان پر شفقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) بخاری، 3/497، حدیث: 5304 (2) تفسیر قرطبی، 3/39، الجزء: 5 (3) ابنِ ماجہ، 4/193، حدیث: 3679 (4) مسند امام احمد، 36/474، حدیث: 22153 (5) مراۃ المناجیح، 6/562

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 34)

خود داری بہترین انسانی صفت ہے، اس کے ذریعے انسان اپنے وجود کی اہمیت کو پہچانتا ہے۔ پہلے ماں باپ بچوں کو خود داری کی اہمیت سکھاتے اور انہیں سمجھاتے تھے کہ اپنے تمام معاملات میں دوسروں کی طرف نہ دیکھئے، کسی سے بے جا امید نہ رکھئے اور اپنے حصے کا کام خود کرنے کی عادت ڈالئے، لیکن افسوس! آج کیفیت یہ ہے کہ **جس سے جو مل جائے وہ لے لیا جائے بلکہ جھپٹ لیا جائے**، کی سوچ عام ہوتی جارہی ہے۔ ایسے لوگ خود کو ذلت پر پیش کرنے سے بھی نہیں کتراتے، جبکہ خود دار انسان اپنی غیرت اور عزتِ نفس کو مجروح نہیں ہونے دیتا۔ حالانکہ اللہ پاک کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لَا یَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَہٗ یعنی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے نفس کو ذلت میں ڈالے۔[1]

امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے نیک اعمال کے رسالہ میں خود داری کی عادت اپنانے کا بھی ذہن دیا تاکہ جن لوگوں کے اندر خود داری کا جذبہ دم توڑ گیا ہے ان کے اندر پھر سے یہ جذبہ پیدا ہو جائے۔ اگر ہم اس کے مطابق عمل کرنے والی بن جائیں تو دوسروں سے مانگنے کی عادت سے محفوظ رہ سکیں گی۔ چنانچہ

نیک عمل نمبر 34 ہے کہ آج آپ نے گھر کے افراد کے علاوہ کسی سے (کپڑے، موبائل فون، چپل، زیورات وغیرہ) چیزیں دوسروں سے مانگ کر استعمال تو نہیں کی؟ (دوسروں سے سوال کی عادت ہو تو نکال دیجئے، ضرورت کی چیز نشانی لگا کر اپنے پاس بحفاظت رکھئے۔)

آجکل یہ عادتیں عام ہیں جس کی وجہ بنیادی علمِ دین سے دوری ہے۔ دنیا دار لوگ یہ ذہن رکھتے ہیں کہ بس اپنا مقصد پورا ہوتا رہے اور اپنی زندگی اچھی گزرتی رہے۔ یہ سوچ ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کا آخرت کی بہتری کا کوئی ذہن نہیں ہوتا حالانکہ ایک روایت کے مطابق بار بار مانگنے کی عادت اللہ پاک کو پسند نہیں ہے۔[2]

خود داری کے منافی چند عادات ✲ پڑوس سے چینی، چائے کی پتی اور نمک وغیرہ مانگنا ✲ جان بوجھ کر بیلنس نہ ڈلوانا اور دوسروں سے فون لے کر کال کرنا ✲ باوجودِ قدرت اپنا قلم نہ خریدنا۔ ہر باشعور انسان جانتا ہے کہ مانگنے کی عادت غیر اخلاقی ہے؛ اس سے انسان دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس نیک عمل کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ اگر ہم اس عادت میں مبتلا ہوں تو اس سے چھٹکارا پا سکیں اور ہمیشہ دوسروں سے نہ مانگنے کی یہ فضیلت یاد رکھیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مجھے ایک بات کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں ضمانت دیتا ہوں۔ تو حضور نے فرمایا: لوگوں سے کچھ نہ مانگنا۔ اس کے بعد حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کسی سے کچھ نہ مانگتے یہاں تک کہ گھوڑے پر سوار ہوتے اور کوڑا یعنی چابک گر جاتا تو کسی سے اٹھانے کا نہ کہتے بلکہ گھوڑے سے نیچے اتر کر خود ہی اٹھا لیتے۔[3] چنانچہ،

ہمیں چاہیے کہ خود داری اپنائیں، بلا وجہ مانگنے سے بچنے کی کوشش کریں۔ اللہ پاک ہمیں خود داری کی عادت اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 ترمذی، 4/112، حدیث: 2261 2 بخاری، 1/498، حدیث: 1477 3 ابن ماجہ، 2/401، حدیث: 1837

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 39 ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 214 مضامین کی تفصیل یہ ہے

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی فاروقِ اعظم سے محبت	79	یتیموں سے بد سلوکی	102	افواہوں پر کان نہ دھریں	33

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی فاروقِ اعظم سے محبت اٹک حضرو: بنت محمد ایوب۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت امتیاز حسین۔ راولپنڈی: بنت محمد ریاض۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت شاہد۔ تلواڑہ مغلاں: بنت رزاق احمد، بنت جاوید سرور، بنت عارف حسین۔ ڈسکہ: بنت عبد المجید۔ شفیع کا بھٹہ: بنت محمد حبیب، بنت ذوالفقار انور، ہمشیرہ حامد، بنت عرفان، بنت محمد جمیل، بنت اصغر، بنت رزاق بٹ، بنت محمد رفیق، بنت راشد، بنت جعفر حسین، بنت محمد اشفاق، بنت شمس پرویز، بنت محمد ناصر، بنت محمد طاہر، بنت عبد الغفور، بنت شبیر حسین، بنت محمد انور، بنت محمد اشفاق، بنت اشفاق احمد، بنت طاہر، بنت ساجد، بنت محمد رمضان، بنت عثمان علی، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت محمد احسن، ہمشیرہ حیدر علی۔ گلبہار: بنت سرفراز، بنت محمد الیاس، بنت ریاض، بنت رشید، بنت اعجاز احمد، بنت محمد رحمان، بنت اصغر، اخت فیصل خان، بنت منیر، بنت ناصر، بنت ریاض، بنت رفیق، بنت جبار، بنت مظفر علی، بنت الیاس، بنت علی احمد، بنت بشیر، بنت ذوالفقار علی۔ مظفر پورہ: بنت خلیل احمد، بنت عمران، بنت نعمان شہزاد، بنت شاہد علی، بنت محمد نواز، بنت نعیم طارق، بنت محمد شہباز، بنت اعظم۔ معراج کے: بنت محمد عارف، بنت محمد سلیم، بنت منیر حسین، بنت منور حسین۔ نند پور: بنت ملک طارق محمود، بنت محمد الیاس، بنت محمد انور، بنت عبد الستار مدنیہ، بنت محمد صدیق، بنت رمضان احمد، ام ہانی۔ گھوگا: بنت شہباز احمد۔ بھنڈر ٹاؤن فروکہ: بنت محمد یونس۔ فیصل آباد: بنت لیاقت۔ کراچی: دھوراجی: بنت محمد عدنان۔ شاہ لطیف ٹاؤن: بنت اسماعیل۔ نارتھ کراچی: بنت محمد وزیر خان۔ سرجانی ٹاؤن: بنت محمد اسماعیل۔ لاہور: بنت عبد الرشید۔ ملتان: نیل کوٹ: بنت غلام حسین۔

یتیموں سے بد سلوکی خوشاب: جوہر آباد: بنت امیر۔ راولپنڈی: بنت محمد وسیم ظفر۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت میاں محمد یوسف قمر۔ تلواڑہ مغلاں: رانا محمد نعیم، خوشبوئے مدینہ، بنت محمد جمیل۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ محمد جواد، بنت محمد ندیم میاں، بنت عارف، بنت محمد اشرف، بنت سعید، بنت عارف محمود، بنت محمد امین، بنت محمد سلیم، بنت عبد القادر، بنت شمس پرویز، بنت محمد اصغر مغل، بنت شبیر احمد، بنت طارق محمود، بنت خوشی محمد، بنت محمد شفیق، ہمشیرہ حنظلہ صابر، ہمشیرہ محمد اسماعیل، بنت جہانگیر، بنت انعام اللہ بٹ، بنت راشد محمود، بنت محمد بشیر، بنت محمد شاہد، بنت محمد امین، بنت محمد یوسف، بنت صغیر احمد، بنت محمد اشرف، ہمشیرہ حماد، ہمشیرہ محمد نوید، بنت محمد جان، ہمشیرہ ریحان، بنت محمد سجاد احمد، بنت سید عاشق حسین شاہ، بنت محمد خالد، بنت اعجاز احمد، بنت کرامت، بنت انتظار حسین، بنت تنویر، بنت اشفاق احمد، بنت خلیل احمد، بنت کاشف شیراز، بنت محمد سرور، بنت شمس، بنت محمد اشفاق بھٹی، بنت اورنگزیب، بنت تنویر، ہمشیرہ فیصل، بنت افضل، بنت محمد بوٹا، بنت امجد۔ گھوگا: بنت شہباز احمد۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت محمد عنصر، بنت غلام حیدر، ام معبد مدنیہ، بنت رشید احمد، بنت سجاد حسین، بنت شکیل، بنت سماں، ام ہلال، اخت فیصل خان، اخت سلطان، بنت الیاس، بنت جمیل، بنت محمد نعیم، بنت رشید احمد، بنت نواز، بنت محمد عرفان، اخت ثناء اللہ۔ مظفر پورہ: بنت اعجاز، بنت ارشد، بنت محمد نواز، ہمشیرہ محمد قاسم علی، بنت غلام میراں، بنت رانا محمد شہباز، بنت سرفراز احمد، بنت محمد اجمل، بنت محمد طارق، بنت حافظ محمد شبیر، بنت اظہر اقبال، بنت نعیم طارق۔ معراج کے: بنت نور حسین۔ نند پور: بنت ملک طارق محمود، بنت محمد الیاس، بنت ہدایت اللہ، بنت عبد الستار مدنیہ، بنت رمضان احمد، بنت محمد صدیق۔ فیصل آباد: بنت ارشد محمود۔ کراچی: بنت طفیل الرحمان ہاشمی، بنت فیض فرید۔ فیضان عائشہ: بنت محمد فاروق۔ لاہور: بنت عبد الرشید۔ بنت ناصر۔ ملتان: بنت یعقوب۔

افواہوں پر کان نہ دھریں راولپنڈی: صدر: بنت مدثر۔ سیالکوٹ: شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ محمد آصف، ہمشیرہ حافظ اسامہ بن امین، بنت حیدر، بنت شوکت علی، بنت امجد، بنت اشرف۔ گلبہار: بنت سماں، اخت فیصل خان، بنت ایاز، بنت شکیل۔ مظفر پورہ: بنت محمد نواز، بنت نعیم طارق۔ معراج کے: بنت محمد جاوید، بنت لیاقت علی۔ نند پور: بنت محمد الیاس، بنت الیاس، بنت محمد انور، بنت عبد الستار مدنیہ، بنت ہدایت اللہ، بنت رمضان احمد، بنت محمد صدیق۔ فیصل آباد: سمندری: بنت محمد اشرف۔ کراچی: پی آئی بی: بنت عنایت علی۔ دھوراجی: بنت شہزاد احمد۔ نارتھ کراچی: بنت محمد زاہد۔ راشدی گوٹھ: بنت محمد اسلم چن۔ سرجانی ٹاؤن: بنت سید ساجد علی، بنت عبد الوحید۔ لاہور: رائیونڈ: بنت عبد الرشید۔ نشاط کالونی: بنت قاری محمد اقبال۔ عرب: بحرین: بنت مقصود۔

افواہوں پر کان نہ دھریں

بنتِ مدثر (اول پوزیشن)

(درجہ: دورۃ الحدیث، فیضان فاطمۃ الزہرا صدر راولپنڈی)

ہمارے معاشرے میں کئی باتیں اور خبریں گردش کرتی رہتی ہیں جن کے متعلق تحقیق کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس واقعے کو سب نے کسی سے سنا ہے لیکن کسی سننے والے

نے کہنے والے کو دیکھا بھی ہے یا نہیں اس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ ایسی خبریں افواہ کہلاتی ہیں اور بد قسمتی سے اس طرح کی اڑتی خبریں آگ کی طرح پھیلتی ہیں اور پھیلانے کے ذمہ دار اسی معاشرے کے افراد ہی ہوتے ہیں۔

شریعت نے شرعی احکام میں افواہوں کو بنیاد تسلیم نہیں کیا، خواہ چاند کی رؤیت کا ثبوت ہو، حدیث کی سند کا اِتّصال ہو یا حدود جاری کرنے کا معاملہ ہو، افواہیں اور بے بنیاد خبریں معتبر نہیں جب تک کہ شریعت کے معیار کے مطابق پایہ ثبوت تک نہ پہنچ جائیں اور ثبوت کے طریقے بھی کچھ مشکل رکھے، مثلاً: کہیں عدالت تو کہیں تعداد کی قید رکھی۔ اللہ پاک کا فرمان ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۝ (پ26، الحجرات:6) ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔

افواہ اور حقیقت میں فرق کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ بعض مرتبہ شیطان بھی مسلمانوں میں جھوٹی خبریں پھیلا دیتا ہے۔ افواہوں کا عام ہو جانا زمانہ قدیم سے چلتا آرہا ہے۔ غزوۂ احد کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شہادت کی جھوٹی خبر اڑادی گئی۔ بیعتِ رضوان کے موقع پر شہادتِ عثمان کی افواہ پھیلی۔ واقعۂ اِفک کے موقع پر اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان کو پھیلایا گیا۔

آج کے دور میں سوشل میڈیا کی وجہ سے افواہوں کے پھیلنے کا تناسب کافی بڑھ چکا ہے۔ کسی بھی خبر کو مشرق سے مغرب تک پہنچنے میں چند سیکنڈز لگتے ہیں اور کئی لوگ لائیکس اور ویوز کے حصول کی خاطر سوشل میڈیا پر بے سر وپیر باتیں اپلوڈ کرتے رہتے ہیں۔ کبھی کوئی من گھڑت حدیث، کسی صحابی یا بزرگ کی طرف منسوب بات یا کوئی شرعی مسئلہ گردش میں ہوتا ہے اور لوگ اسے بغیر تحقیق کے آگے شیئر کرتے جاتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہوتی۔ لہٰذا کسی بھی ایسے میسج کو وائرل کرنے سے پہلے کسی مستند عالمِ دین سے کنفرمیشن ضرور حاصل کی جائے۔ کئی لوگ عوام میں خوف پیدا کرنے کے لئے سنسنی خیز خبریں پھیلاتے ہیں۔ ایسی خبریں معاشرے کے امن کو پارہ پارہ کرتی اور فساد کا سبب بنتی ہیں۔ یونہی افواہوں کا بڑا حصہ کسی فرد، کمپنی یا تحریک کے منفی پہلوؤں کو نمایاں کرنے پر مشتمل ہوتا ہے، خواہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔

یاد رکھئے! شریعت میں عزتِ مسلم کی بڑی اہمیت ہے۔ غیبت، چغلی اور بہتان کی حُرمت کے ذریعے مسلمان کی عزت کو محفوظ بنایا گیا ہے۔ جب کبھی آپ تک ایسی کوئی بات پہنچے تو اپنے آپ کو اس فرد کی جگہ رکھ کر سوچئے کہ اگر میں ہوتی تو کیا کرتی؟ یقیناً اس خبر کو جتنا ممکن ہوتا دبانے کی کوشش کرتی، لہٰذا کسی تیسرے فرد کے متعلق یہی رویہ اختیار کیجئے کہ حدیثِ پاک میں کامل مومن کی ایک نشانی یہ بھی بیان کی گئی کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔(1)

افواہوں پر کان نہ دھرنا دوسروں کے ساتھ ساتھ اپنے حق میں بھی مفید ہے۔ افواہوں پر توجہ نہ دینے کے نتیجے میں ذہنی تشویش سے نجات ملے گی، لڑائی جھگڑوں کا خاتمہ ہو گا، امن و سکون کی فضا پیدا ہو گی، ذہنی اور جسمانی صحت اچھی رہے گی۔ اس معاشرے میں رہتے ہوئے جھوٹی خبروں سے خود کو بچانے کے لئے خود کو کرنے والے کاموں میں مصروف کرلیجئے نہ کرنے والے کاموں سے خود ہی نجات مل جائے گی۔ بے فائدہ چیزیں چھوڑ دینے کو حُسنِ اسلام سے شمار کیا گیا۔(2) سوشل میڈیا اور سوشل گیدرنگ کو محدود کرلیجئے اور جن متعلقہ افواہوں کے لئے تحقیق ضروری ہو تو مستند ذرائع سے تصدیق کرلیجئے۔ یوں خود بھی سکون سے زندگی گزاریے اور دوسروں کو بھی سکون کی دولت بانٹئے۔

---

(1) مسلم، ص48، حدیث:170 (2) ترمذی، 4/142، حدیث:2324

علمِ توقیت اور اعلیٰ حضرت

محترمہ بنتِ عبد الحمید عطاریہ مدنیہ (رائیونڈ)

تاریخِ اسلام میں ایسے جلیل القدر علما و فقہا گزرے ہیں جنہوں نے نہ صرف علومِ دینیہ بلکہ علومِ عصریہ میں بھی اپنی غیر معمولی بصیرت کا لوہا منوایا۔ انہی اکابر میں امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃُ اللہِ علیہ (1856ء-1921ء) کی شخصیت منفرد و ممتاز ہے۔ آپ نے قرآن و سنت کی خدمت، فقہی اجتہاد، حدیث کی تشریح اور عقائد کی حفاظت کے ساتھ ساتھ فلکیات، ریاضی اور جغرافیہ جیسے سائنسی علوم میں بھی حیرت انگیز مہارت کا مظاہرہ کیا۔ آپ کے علمی کمالات میں سے ایک **علمِ توقیت** بھی ہے، جو اوقاتِ نماز، سمتِ قبلہ اور حرکاتِ فلکی کے ذریعے وقت کی تعیین کا علم ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس علم میں اپنے دور کے بڑے ماہرین کو حیران کر دیا۔ آپ نے پیچیدہ فلکیاتی مسائل کو نہ صرف حل فرمایا بلکہ عملی طور پر ان کے نتائج بھی امت کے سامنے رکھے۔ آپ کے زمانے میں گھڑیال عام نہیں تھا اور بیشتر مقامات پر نماز و روزہ کے اوقات کے تعین میں دشواریاں پیش آتی تھیں، مگر اعلیٰ حضرت نے حسابِ فلکی اور ریاضی کے اصولوں کی مدد سے ایسے قواعد مرتب فرمائے جن سے صحیح اوقات معلوم کئے جاسکتے تھے۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بدایوں تشریف لے گئے، حضرت محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب کے یہاں مہمان تھے، مدرسۂ قادریہ کی مسجد میں خود حضرت (مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی) امامت فرماتے۔ (ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بھی وہاں جلوہ گر تھے،) جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبد القادر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نمازِ فجر کی امامت کی اور قراءت اتنی لمبی فرمائی کہ مولانا عبد القادر کو بعدِ سلام شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہو گیا! مسجد سے نکل نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی 2 منٹ 48 سیکنڈ باقی ہیں۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔[1]

اعلیٰ حضرت کی علمِ توقیت پر تصانیف

اعلیٰ حضرت نے اپنے فقہی و تحقیقی انداز میں فنِّ علمِ توقیت میں چند ایسی تصانیف و رسائل تحریر فرمائیں جو آج بھی اہلِ علم کے لئے سرمایۂ نایاب ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں: ☆مطلع القمرین فی اختلاف الجدولین ☆الکلمة الملهمة فی حکم الطلوع و الغروب و القیام و القعود للنجوم المعلومة ☆مطلع شمسین و مبین اختلاف جداول العالمین ☆رسالة فی تعیین سمت القبلة ☆جدیدہ جغرافیہ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ نے علمِ توقیت میں جو خدمات انجام دیں وہ صرف نظری اور کتابی نہیں بلکہ عملی اور تجرباتی تھیں۔ آپ کی تحریریں اور واقعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپ کو اللہ پاک نے علومِ دین و دنیا کی جامع بصیرت عطا فرمائی تھی۔ آج کے دور میں جب فلکیاتی علوم، کمپیوٹر اور جدید آلات کے ذریعے سمجھے جاتے ہیں، اعلیٰ حضرت کے وہی اصول اور تحقیقات آج بھی مستند اور رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلاشبہ آپ علمِ توقیت کے میدان میں ایک عظیم محقق اور مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مُلکِ سُخَن کی شاہی تم کو رضاؔ مُسلَّم
جس سَمت آ گئے ہو سِکّے بٹھا دیے ہیں

(1) حیات اعلیٰ حضرت، 1 / 248، 249

طریقت کورس

(ماہنامہ خواتین میں یہ ایک نیا سلسلہ شروع ہو رہا ہے، جس میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جائیں گی۔)

دین کے راستے پر چلنا، نفس کا تزکیہ اور اپنی اصلاح کی کوشش کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور اس کے لئے لازم ہے کہ سنت و شریعت کی پیروی کرنے والے کسی پیر سے بیعت کی جائے تاکہ اس کے ذریعے سیدھے راستے پر راہ نمائی حاصل کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی کوشش کی جاسکے۔ پیر اسے بنایا جائے جو سنی اور درست عقیدے والا ہو اور ایسے پیر کی پہچان، طریقت کے معاملات اور مریدی کے آداب جاننے کے لئے یہ کورس نہایت مفید ہے۔

طریقت کے علم کا حصول ایک مسلمان کی روحانی زندگی میں نہایت اہم مقام رکھتا ہے۔ یہ علم انسان کو صرف عبادات کی ظاہری صورت نہیں بلکہ ان کی روح، مقصد اور گہرائی سے بھی روشناس کراتا ہے۔ اس کورس کے ذریعے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں، مثلاً:

نفس کی اصلاح طریقت کا علم انسان کو نفس کی اصلاح، روحانی ترقی اور اللہ پاک کے قرب کا راستہ دکھاتا ہے۔ یہ علم انسان کو اپنے نفس کی پہچان اور اس کی تربیت سکھاتا ہے۔ نیز یہ علم انسان کو غرور، حسد، کینہ، اور دیگر روحانی بیماریوں سے بچنے کا طریقہ بتاتا ہے۔

قربِ الٰہی کا ذریعہ طریقت انسان کو اللہ پاک کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے راستے دکھاتا ہے، نیز ذکر، مراقبہ اور مجاہدہ جیسے اعمال کے ذریعے دل کو اللہ پاک کی طرف مائل کرنے کے طریقے بتاتا ہے۔

باطنی علم کی روشنی طریقت ظاہری علم کے ساتھ باطنی علم کو بھی اہمیت دیتا ہے، جو انسان کو حقیقت کی گہرائی تک پہنچاتا ہے۔ یہ علم دل کی صفائی، نیت کی درستی اور روحانی بصیرت پیدا کرتا ہے۔

مرشد کی راہ نمائی طریقت میں مرشد کامل کی صحبت اور راہ نمائی بہت اہم ہوتی ہے، جو مرید کو صحیح راستے پر لے جاتی، گمراہی سے بچاتی اور روحانی ترقی میں مدد دیتی ہے۔

عبادات میں خشوع و خضوع طریقت انسان کو عبادات میں گہرائی اور روحانیت عطا کرتی ہے، جس سے نماز، روزہ اور دیگر عبادات میں حقیقی لطف آتا ہے۔

- پیر پر اعتراض کرنا کیسا؟
- نیک بندوں کی برکتیں
- مرشد کے حقوق
- مرید کو کیسا ہونا چاہیے؟
- جامع شرائط پیر
- بد مذہب کو استاد بنانا
- مرشدِ کامل کے آداب
- سالک و مجذوب کے احکام
- نظر بندی کے واقعات

کورس کرنے کے بعد آپ کس قابل ہو جائیں گی؟

اس کورس کو مکمل کرنے کے بعد جامع شرائط پیر کی پہچان حاصل ہونے کے ساتھ نیکیوں اور طریقت کے مزید مراحل طے کرنے کا جذبہ پیدا ہو گا۔

یہ چونکہ اردو زبان میں ہوتا ہے، لہٰذا یہ کورس کرنے کے لئے اردو زبان آنا اور کم از کم عمر 15 سال کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

اگست 2025 / صفر المظفر 1447ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
منسلک اسلامی بہنیں		76361	1073008	1149369
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات	1401	11534	12935
	شرکائے اجتماعات	29305	427513	456818
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	1486	12739	14225
	پڑھنے والیاں	9592	115253	124845
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		28615	741713	770328
مدنی مذاکرہ سننے والیاں		12522	158436	170958
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		6787	123142	129929
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		9808	118393	128201
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		2510	427513	430023

اگست 2025 میں اسلامی بہنوں کے 13 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

	مقامات	شرکا
مدنی کورسز / سیشنز	18903	280081

43واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے جنوری 2026

1. حضور کی اللہ پاک سے محبت
2. محروم مت کیجئے
3. مسلمانوں پر ظلم اور اُمّتِ مسلمہ کی مجرمانہ خاموشی

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 اکتوبر 2025

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات بھکر

الحمدُللہ مرشدِ کریم کی دعاؤں کے صدقے دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا مدنی مرکز **فیضانِ صحابیات نزد نورانی گراؤنڈ ڈبل اسٹوری منڈی ٹاؤن بھکر** کا افتتاح 28 جنوری 2025 میں رکنِ شوریٰ ابو ماجد حاجی محمد شاہد عطاری مدنی دامت برکاتہم العالیہ کے دستِ مبارک سے ہوا۔

آفسز کی تعداد

الحمدُللہ فیضانِ صحابیات کی اس عمارت میں ڈونیشن بکس آفس بھی قائم ہے۔

فیضانِ صحابیات بھکر میں ہونے والے دینی کام

- الحمدُللہ فیضانِ صحابیات بھکر میں رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- روزانہ دوپہر 3:30 تا 5:30 بجے (چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے) گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جاتا ہے۔
- بروز بدھ صبح 10 تا دوپہر 12 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں شریک ہو کر اسلامی بہنیں علمِ دین کے انمول موتی حاصل کرتی ہیں۔
- روزانہ صبح 10 تا 11 بجے مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں تربیت یافتہ اسلامی بہنیں بڑی عمر کی خواتین کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی شرعی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت بھی کرتی ہیں۔
- بروز جمعہ دوپہر 12 تا 4 بجے روحانی علاج کا بستہ لگایا جاتا ہے، جہاں دکھیاری اسلامی بہنوں کو روحانی علاج، کاٹ اور تعویذات و وظائف کی مفت سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی